بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۸	رجب المرجب ۱۴۲۷ھ ۔ اگست ۲۰۰۶ء	جلد : ۱۴

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلٰی	نائب مدیر

بدلِ اشتراک	ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے
پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے	دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات......سالانہ ۵۰ ریال	فون نمبرات
بھارت، بنگلہ دیش................سالانہ ۱۲ امریکی ڈالر	جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311
برطانیہ، افریقہ..............................سالانہ ۱۴ ڈالر	خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310
امریکہ.............................سالانہ ۱۶ ڈالر	فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662
جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس	رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702
E-mail: jmj786_56@hotmail.com	- موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	5
یزید اور شراب	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۱۲
حضرت فاطمہ ؓ کے مناقب	حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی ؒ	۲۲
عورتوں کے عیوب اور اَمراض	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی ؒ	۳۰
اہم خوشخبری		۳۲
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۳۴
ماہ رجب کے فضائل واحکام	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۳۶
ائمہ اربعہ ؒ کے مقلدین کے......	جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب	۴۶
دینی مسائل		۵۲
نبوی لیل ونہار	حضرت مولانا سعد حسن صاحب ؒ	۵۵
تقریظ وتنقید		۵۷
عالمی خبریں		۵۹
اخبار الجامعہ	خالد عثمان کرک	۶۲

آپ کی مدتِ خریداری ماہ.................................ختم ہوگئی ہے آئندہ رسالہ

جاری رکھنے کے لیے مبلغ............روپے جلد اِرسال فرمائیں ۔(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

گزشتہ کئی روز سے اسرائیل کی طرف سے لبنان پر ظالمانہ حملوں کا سلسلہ پھر سے جاری ہے۔ اسرائیل کی اِس یکطرفہ جارحیت نے پوری دُنیا کے مسلم عوام کو اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے جبکہ مسلم حکمران اِس جارحیت کے خلاف متحد ہو کر بہت کچھ کر سکنے کے باوجود چپ سادھے بیٹھے ہیں۔ ان کے پیش نظر بس ایک ہی چیز ہے کہ اِن کے اقتدار کی عمر دراز ہو اور خدا اِن کو اقتدار سے جدائی کا روزِ سیاہ نہ دکھائے۔ دُنیا کی چکا چوند نے موت اور موت کے بعد کی عدالتی پیشی اِن کو بھلا رکھی ہے۔ وہ رعیت کے ان حقوق کو فراموش کر چکے ہیں جو اقتدار کی کرسی پر براجمان ہونے کی صورت میں اِن کے اُوپر آتے ہیں۔ لبنان کے معصوم بچے جو زخموں سے تڑپ رہے ہیں ان کے بے قصور ماں باپ زخمی دلوں اور زخمی جسموں کے ساتھ دُہائی دے رہے ہیں مگر اِن بے ضمیر حکمرانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہ چند نپے تلے لفظوں سے اَدب کے دائرہ میں رہتے ہوئے مذمتی بیانات جاری کرنے پر اکتفاء کو کافی سمجھتے ہیں جبکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک بار انصار کے کچھ لوگ خیبر کے علاقہ میں گئے (ابھی خیبر فتح نہیں ہوا تھا اور یہودی یہاں آباد تھے) اِن میں سے ایک آدمی مقتول پائے گئے۔ نبی علیہ السلام نے یہودیوں کو لکھا کہ ''یا تو مقتول کی دیت دیں نہیں تو لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں''۔ (بخاری شریف ص ۱۰۶۷ ج ۲)

ظالم کے ظلم کو روکنے اور مظلوم کی دارسی کا یہی طریقہ اسلام نے بتلایا ہے اور اس طریقہ پر ہم اسی وقت کاربند ہو سکتے ہیں جب ہمارے حکمرانوں کے دلوں سے یہود و نصاریٰ کی فرعونیت نکل جائے گی، نہیں تو کفر کی بے لگامی بڑھتی ہی چلی جائے گی، ظلم کی بات مزید طویل ہوگی۔

مسلم حکمران یا تو اپنے فرض منصبی کی ادائیگی کی طرف آئیں نہیں تو بالآخر انصاف کا سویرا ہوگا۔ ان ظالم حکمرانوں کا گریبان ہوگا مظلوموں کا ہاتھ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے عدل و اِنصاف کے آگے ان کی کچھ نہ چل سکے گی تاوقتیکہ مظلوموں کا سینہ ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ○ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ

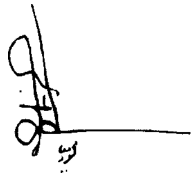

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)

مولای صل وسلم دائماً ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

اسلام نے قوانین یونانیوں رُومیوں اور ایرانیوں سے نہیں لیے
سیاسی معاملات انبیاء انجام دیتے تھے۔ صرف اسلام مستند مذہب ہے
یہود و نصاریٰ کا اعتراف کہ وہ مستحقِ غضب و لعنت ہیں
حضرت سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا۔ ''چڑھاوے'' کے کھانے سے انکار
''اِرہاص'' اور ''معجزہ'' میں فرق

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۵۰ سائیڈ بی (۱۶-۸-۱۹۸۵)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعین امابعد !

حضرت آقائے نامدار ﷺ کے صحابہ کرام کی فضیلت کا بیان ہو رہا تھا۔ اس میں حضرت سلمان فارسیؓ کا اسمِ گرامی بھی آتا ہے۔ وہ رہنے والے تو تھے ''رَامَ ھُرمُز'' کے۔ یہ رام ہرمز ایران میں کوئی جگہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دین اور آخرت کی طلب دِل میں ڈال دی، اس کی وجہ سے یہ ہر طرف گئے۔ مذہبی تعلیم عیسائیوں سے حاصل کی، صحیح چیزیں معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اُس زمانے میں کچھ لوگ ہوتے تھے جو صحیح چیزیں بتلا دیتے تھے۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ ورقہ ابن نَوفَل جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ابنِ عم تھے یعنی

چچازاد بھائی تھے، دادھیالی رشتہ تھا۔ ایک وہ اور ایک حضرت زید۔ یہ زید جو ہیں یہ حضرت سعیدؓ کے والد ہیں۔ حضرت سعیدؓ جو ہیں یہ عشرہ مبشرہ میں ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی ہیں۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو مسلمان ہونے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں بڑا تنگ کرتے تھے باندھ کے بھی ڈال دیا، لوہے سے باندھ دیا، بہن بھی پھر مسلمان ہوگئیں تو حضرت سعیدؓ کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ جن دس حضرات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے ضمانت دی ہے، اُن میں سے ایک یہ بھی ہیں تو حضرت سعیدؓ کے والد تھے زید۔

حضرت زید اور ورقہ حق کی تلاش میں :

زید اور ورقہ دونوں دین کی طلب میں باہر گئے، اُس طرف کہ جہاں کے لوگ اہل کتاب معروف تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد میں آئے ہیں اور آخری نبی جو بنتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے پہلے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے تو بالکل آخر میں جو نبی آئے ہیں اُن کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے معلومات حاصل کرنے کے لیے یہ گئے ہیں۔

مستحقِ لعنت یہودیوں کا اعتراف :

تو ایک جگہ پہنچے زید تو یہودیوں کے پادریوں سے ملے تو اُنہوں نے کہا کہ ہاں ہمارے مذہب میں داخل ہوجاؤ لیکن تھوڑا سا خدا کی ''لعنت'' کا حصہ لینا پڑے گا۔ ہمارے مذہب میں یہ بات ہے، خدا کی لعنت جو ہے وہ حصہ میں آئے گی اور لعنت کا مطلب ہے رحمت سے دُوری۔ معلوم ہوا اُس وقت ایسی صورت تھی کہ کچھ کچھ صحیح بیان کر دیتے تھے۔ اُنہوں نے کہا مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ میں خدا کی رحمت کی دُوری سے ہی تو ڈر رہا ہوں۔ اسی لیے تو یہاں سفر کر کے آیا ہوں تو میں خود اپنی مرضی سے یہ بات مان لوں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو یہودی کہنے لگے پھر تم اور دوسرے مذہب والوں کے پاس جاؤ عیسائیوں کے پاس۔

مستحقِ غضب عیسائیوں کا اعتراف :

وہاں پہنچے اُن کے پادریوں نے علماء نے عبادت گزار لوگوں نے مذہبی تعلیم دی اور یہ ذکر آیا کہ ہمارے مذہب میں داخل تو ہو جاؤ گے لیکن خدا کا ''غضب'' تھوڑا سا تمہارے حصے میں آئے گا۔ انہوں نے کہا یہ تو ہو ہی

نہیں سکتا کہ میں خود گوارا کرلوں خود راضی ہو جاؤں غضبِ الٰہی کے لیے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے میں تو بھاگ ہی رہا ہوں اور غضب الٰہی سے ہی تو ڈر رہا ہوں اور اِس کو ہی مان لیا جائے کہ تھوڑا سا حصہ میں آجائے، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں تو نہیں یہ کرسکتا۔ تو اُس یہودی نے بھی کہا تھا کہ سوائے اِس کے کہ تم دین ابراہیم پر ہو جاؤ باقی ہمارے دین میں داخل ہوگے تو یہ تو ہونا ہے۔ اِس نے بھی یہی کہا دین ابراہیم میں چلے جاؤ۔ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے وہ (یہودیت اور عیسائیت دونوں دینوں سے) پہلا دین ہے اُن کے عقائد پر بس تم رہو قائم، ہمارے میں سے اگر کسی کا عقیدہ لوگے تو پھر یہی ہے ایک نے کہا ''لعنت'' ایک نے کہا ''غضب'' ملے گا۔

چور کی ڈاڑھی میں تنکا :

اور بات ایسی لگتی ہے کہ یہ لوگ جب اپنی مذہبی کتابوں میں تحریف کررہے تھے، ردّ و بدل کررہے تھے تو اِن کی سمجھ میں یہ آیا کہ اِس پر خدا کا غضب تو آئے گا، خدا کی لعنت تو آئے گی، جو اِن کے مذہب میں آرہا ہے اُسے پہلے ہی کہہ دیتے تھے کہ یہ لازم آئے گا کیونکہ کیا ایسا کام تھا کہ اپنے قرآن میں جو اُن کے لیے قرآن کے درجہ میں تھی ''توراۃ'' اور اہل نصاریٰ نے اپنے قرآن میں یعنی ''انجیل'' میں خود ردّ و بدل کرلیا تھا تبدیلی کرلی۔ وہ جانتے تھے کہ ایسی حرکت ہم نے کی ہے، دین میں خیانت کی ہے۔ اب جس کے یہ عقیدے ہوجائیں گے وہ گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ تو وہ صاف صاف کہتے تھے اور قرآن پاک میں بھی یہ بات آرہی ہے وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً پہلے ہی پارہ میں ہے نصف کے قریب کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں ہرگز آگ نہیں چھو سکتی ہاں چند دن کے لیے آگ ہمیں مس کرے گی۔ اور کہنے لگے کہ تم پھر یہ کہو کہ تم دین ابراہیم پر ہو مَاکَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا یعنی حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے۔ اور وَمَاکَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ شرک بھی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ یہ زید وہاں سے واپس آئے تو واپسی میں کہنے لگے خداوند کریم تو جانتا ہے تو گواہ رہیو کہ میں نے دین کی جستجو میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اُس زمانے میں بارہ تیرہ سو میل یا پندرہ سو میل کا تقریباً سفر کرکے وہ دُور پہنچے تو تھوڑا سفر نہیں تھا۔ اُس زمانے کے لحاظ سے یہ بڑا مشکل کٹھن کام تھا۔ انہوں نے آخرت کی طلب کے لیے یہ کام کیا۔

حضرت زید کا چڑھاوے کے کھانے سے انکار :

بس پھر آگئے اور پھر یہ کہا کرتے تھے قریش سے کہ دین ابراہیم پر میرے سوا معلوم ہوتا ہے تم میں سے

کوئی نہیں رہا اور جو بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے، وہ یہ نہیں کھاتے تھے۔

نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد نبی گناہ سے بچا رہتا ہے :

ایک دفعہ کسی کے ہاں جناب رسول اللہ ﷺ اور یہ جمع ہوئے ہیں کھانے پر۔ وہاں رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ انہوں نے چڑھاوے کے کھانے سے انکار کیا اُس وقت تک وحی کا زمانہ نہیں شروع ہوا تھا۔ نبوت کے دَور سے پہلے کی بات ہے۔ نبی کا بچ جانا یہ تو ہے ہی، یہ تو قدرتی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی کو تو بچا کر ہی رکھتا ہے نبوت سے پہلے بھی اور نبوت کے بعد بھی۔

اِرہاص اور معجزہ میں فرق :

اور نبی سے جو معجزات نبوت سے پہلے صادر ہوتے تھے، اُن کو ''اِرْھَاصْ'' کہتے ہیں۔ انبیاء کرام سے بچپن سے لے کر نبوت کے ملنے تک ''اِرہاصات'' صادر ہوتے رہتے تھے معجزات نہیں۔ معجزات کا مطلب تو یہ ہے کہ دُوسرے کو پیغام پہنچا کر پھر بتایا جائے کہ اس قسم کی بات جو میں کہہ رہا ہوں کوئی نہیں کہہ سکتا جو میں کر رہا ہوں کوئی نہیں کر سکتا، یہ معجزہ ہے یا خدا نے مجھے جو قدرت دی ہے یہ قدرت مجھے ہی دی ہے اور یہ قدرت حق کو دی ہے باطل کو نہیں دی، تو اس طرح کی چیزیں اگر ہوں تو یہ معجزہ ہے۔ اس سے پہلے یہ بات ہوتی ہی نہیں نبی کی، دعویٰ ہی نہیں ہوتا نبوت کا، دعوت بھی نہیں ہوتی ہاں اِرہاصات نبی سے صادر ہوتی رہتی ہیں جنہیں لوگ دیکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں اِن کی اہمیت جم جاتی ہے کہ یہ خاص شخصیت ہے۔ تو حضرت زید نے آ کر یہ کہا کہ خداوندِ کریم تو جانتا ہے اور میں نے کوشش میں کوئی کمی نہیں کی میں دینِ حنیف پر ہوں میں دین ابراہیم پر ہوں۔ قریش سے کہتے تھے کہ تم دین ابراہیم سے ہٹ گئے صرف میں رہ گیا ہوں۔ انہیں منع کرتے تھے کہ بتوں کے نام پر ذبح نہ کرو اگر وہ ذبح کرتے تھے اور انہیں مدعو کرتے تو یہ کھاتے نہیں تھے۔ تو اُس مجلس میں بھی جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، اُنہوں نے پوچھا کہ یہ کیسا گوشت ہے، یہ بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا تو نہیں ہے میں نہیں کھاؤں گا اِسے۔ یہ رسول اللہ ﷺ نے اُس زمانے میں دیکھا تھا مگر جب نبوت کا دَور آیا ہے تو حضرت زید وفات پا گئے۔ لیکن جناب رسول اللہ ﷺ نے اِن کی تعریف فرمائی۔ اِن کو آپ نے خواب میں دیکھا ہے سفید لباس میں۔ اسی طرح ورقہ ابن نوفل کی بھی تعریف کی۔ یہ دونوں ہدایت پر تھے اور نجات اِن کی ہوئی ہے اللہ کے یہاں۔

آپ ﷺ کی مجلس میں حاضری کے وقت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی عمر ڈھائی سو سال تھی :

تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان سے بھی بہت بڑے ہیں کیونکہ جب وہ مدینہ منورہ میں پہنچے ہیں تو اِن کی عمر تقریباً ڈھائی سو سال تھی۔ وہ دین حق کی طلب اور جستجو میں سفر کر رہے تھے کہ پھنس گئے۔ پتہ تو آسمانی کتابوں سے یہی چلتا رہا ہے کہ آخری نبی عرب میں ہوں گے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ ہجرت کرنا اور نشانیاں اتنی زیادہ ہیں کہ قرآن پاک میں یہ علی الاعلان کہا گیا کہ اَلَّذِیْنَ آتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآئَھُمْ جنہیں ہم نے کتاب دے رکھی ہے جو اہل کتاب ہیں وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے خدا کے نبی ہونے کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بیٹے کا بیٹا ہونا پہچانتا ہو، تو سب سے قریبی رشتہ باپ بیٹے کا اولاد اور باپ کا، تو وہ جس طرح سے جانتا ہے اس طرح دوسرے بھی نہیں جانتے۔ تو اتنا اچھی طرح پہچانتے تھے لیکن اِس کے باوجود قرآن پاک میں فرمایا گیا وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ان میں سے ایک ایسا طبقہ ہے جو جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو پتا چلا ہوگا کہ آخری نبی آنے والے ہیں، اس لیے وہ عربوں کی طرف جا رہے تھے لیکن اُس وقت تو عربوں کے رسم و رواج اور زندگی گزارنے کے طور طریقے بالکل عجیب تھے۔ جاہلیت کا دور جسے کہا جاتا ہے جس میں کوئی فرض شناسی نہیں کوئی بری بات بھی بری نہیں، تو وہ یہ کرتے تھے کہ کسی کو بھی پکڑ لیا اور جا کر بیچ دیا کہ یہ میرا غلام ہے میں بیچ رہا ہوں تو وہ خرید لیتا تھا پھر وہ غلام سے کام لیتا تھا نوکروں والا کام ذلت کے ساتھ، نوکری تو ہوتی ہی ہے ''اِجارہ'' جسے کہتے ہیں عربی میں، اُجرت پر کام کرنا۔ لیکن غلام، غلام کے ساتھ تو ذِلت کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا۔ کپڑے بھی اُسے ایسے ہی کھانا بھی اُسے ایسے ہی رہنا سہنا بھی کوئی پرواہ نہیں۔ تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا یہ ہوا کہ یہ زبردستی غلام بنا لیے گئے اور پھنس گئے پھر دوسرے نے پھر تیسرے نے، ہوتے ہوتے یہ دس سے بھی زیادہ لوگوں کے غلام رہے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں تو اُس وقت جس (یہودی) کے یہ غلام تھے اُس نے یہ کہا اگر یہ کر دو گے یہ کر دو گے تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ اپنی قیمت دے دو وغیرہ وغیرہ، ایسی کڑی چیزیں اِن سے کہیں۔

نبی علیہ السلام کا غلاموں کے ساتھ حسن سلوک :

جو شرائط لگائیں اُس نے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری کر دیں۔ اُس کے بعد یہ آزاد ہو گئے اور انہوں نے اسلام فوراً ہی قبول کر لیا۔ یہ تو تھے ہی حق کی تلاش میں اور عمر کا بہت بڑا حصہ گزر چکا تھا۔

ڈھائی سو سال کے قریب اِسی طلب میں ۔تو یہ اسلام میں داخل ہوگئے اور پھر یہ جناب رسول اللہ ﷺ کے مقرب تر حضرات میں تھے۔

خندق کا مشورہ :

اِنہوں نے غزوۂ خندق میں یہ مشورہ دیا تھا کہ خندق کھود لیں اور ہمارے ہاں (ایران میں) جو جنگ ہوتی ہے تو اُس میں دُشمن کے مقابلے کے لیے بچاؤ کے لیے ایسے کرلیا جاتا ہے کہ خندق کھود لیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے یہ رائے پسند فرمائی اور خندق کھودی ،غزوہ خندق جو کہلاتا ہے۔تو بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دَور میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے تو آقائے نامدار ﷺ کے یہ صحابی جو ہیں یہ بھی کوفہ میں رہتے تھے،تو اِن کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ'' صَاحِبُ الْکِتَابَیْنِ '' ہیں،دونوں کتابیں اِن کے پاس ہیں یعنی توراۃ اور انجیل دونوں کی معلومات اِن کو ہیں۔ یہ بھی تمہارے پاس کوفہ ہی میں رہتے ہیں،کوفہ کی فضیلت میں آئے گا۔

اسلام کی خصوصیت مستند مذہب :

تو اللہ تعالیٰ نے بہت سے صحابہ کرام کو بہت بڑا درجہ دیا۔اُن میں سے ان حضرات کے نام خاص طور پر حدیثوں میں آگئے ، اِن کے علاوہ اور بھی ہزاروں ہیں اُن کے حالات بھی ہیں، نام بھی ہیں۔اور یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے باقی کسی اور مذہب میں مذہب کے بانی کے ساتھیوں کے حالات اول درجہ میں پیرو کار لوگوں کے حالات (معتبر) تاریخ کے انداز میں یہ کہیں بھی نہیں ہیں۔صرف ایک اسلام ہی ایسا مذہب ہے کہ جس کی سند جس کا سلسلہ مذہب لانے والے تک بالکل صاف پہنچتا ہے اور جو تعلیم وہ لائے وہ آج تک محفوظ ہے۔ یہ اسلام کے سوا باقی کسی کو خصوصیت حاصل نہیں ہے سب کی تعلیمات مٹ چکی ہیں پتا ہی نہیں چلتا ہے کون تھا کون نہیں تھا، کیا نام تھا کیا کرتے تھے، کب پیدا ہوئے۔مگر اسلام میں سب کچھ لکھا ہوا ہے جب لکھنا شروع ہوا ہے تو پھر لکھی گئی تاریخ کے انداز میں اور یہ سب سے پہلے اسلام نے کیا ہے کام۔

ایک اعتراض کا جواب :

اس پر کچھ حضرات کہتے تھے کہ جو اسلام کے قوانین ہیں یہ مسلمانوں نے یونانیوں سے ،رُومیوں سے

ایرانیوں سے لیے ہیں، جبکہ یہ بات غلط ہے صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اسلام کے اپنے الگ ہی قانون ہیں۔ ہاں یہ بات ہوسکتی ہے کہ یہ سلسلہ چلا تھا انبیاء کرامؑ سے اصل میں۔ کیونکہ یورپ میں مادی ترقی تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے شروع ہوئی ہے اور ان سے بہت پہلے تو فرعون موجود تھا، مصر ترقی کرتا بہت زیادہ۔ وہاں احرام مصر ہیں عمارتیں ہیں اور اس سے بھی پہلے قوم نمرود تھی وہ ترقی پر تھی۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دَور تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جد اعلیٰ ہیں اور یہ مصر کی نہر سویز جو ہے یہ بھی بہت پرانی ہے یہ بھی اُس وقت کی کھودی ہوئی ہے اور حدیث شریف میں آتا ہے کَانَتْ بَنُوْا اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ یہ انبیاء کرام بنی اسرائیل کے سیاسی نظام کو دُرست رکھتے تھے۔ تو سیاست انبیاء کرام کے ہاتھ میں رہی، اس لحاظ سے سارے نبیوں کی تعلیم آپس میں پھر مل جاتی ہے، ایک ہوجاتی ہے۔

اور قانون کا منبع اور مأخذ جو ہے وہ انبیاء کرامؑ بنتے ہیں یہ قومیں نہیں ہیں ہاں چھوٹے موٹے (شعبہ جاتی اور علاقائی) قوانین جو ہیں یہ بنائے جاسکتے ہیں مثلاً ٹریفک کے قوانین ہیں، سپاہی کا کھڑا ہونا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ چیزیں حسب ضرورت بنائی جاسکتی ہیں۔ ضرورت ہو تو سپاہی کھڑا ہوجاتا ہے، ضرورت نہ رہے تو سپاہی بھی کھڑا نہیں ہوتا۔ شہروں میں کھڑا ہوتا ہے دیہات میں نہیں کھڑا ہوتا۔ کسی قوم کو قوانین کا منبع نہیں ٹھہرایا جاسکتا کہ فلاں فلاں قوم ہے یا فلاں جگہ سے لیا ہے، بلکہ اِس کا منبع اصل میں انبیاء کرام ہی ہیں انہوں نے ہی یہ قانون وغیرہ سکھائے جیسے صنعت وغیرہ بھی انہوں ہی نے سکھائی۔ لوہے کی صنعت ہے لکڑی کا کاروبار ہے اُس سے کام لینا ہے، لکھنا ہے، حساب ہے۔ یہ ساری چیزیں انبیاء کرام کی سکھائی ہوئی ہیں، بتلائی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذریعہ بنایا ہے انسانوں کی انسانیت میں ترقی کا۔ تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے خندق کھودنے کا مشورہ دینے سے یہ بات نہیں نکالی جاسکتی ہے کہ اسلام نے ساری ترقی جو کی ہے وہ قیصر و کسریٰ سے لے کر کی ہے، یہ بات غلط ہے، یورپ سے یہ گھڑی ہوئی جھوٹی باتیں آتی ہیں اور لوگ متأثر ہوجاتے ہیں (ناواقفیت کی وجہ سے) مگر حقیقت اس کے سواء ہے۔ یہ صحابہ کرام کا ذکر تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں اِن کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعا.........................

۞ ۞ ۞

سلسلہ نمبر۲۴ قسط : ۲ ، آخری قسط

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

یزید اور شراب

عباسی صاحب نے کتاب ''وَقْعَةُ صِفِّیْنِ'' کو بہت اہمیت دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: واقعہ صفین کے قدیم ترین مؤلف نے لکھا ہے (خلافت معاویہ و یزید ص ۶۰) اور دوسرے صفحہ پر حوالہ کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے لکھا ہے ص ۱۸۷ وقعۃ صفین، نصر بن مزاحم متوفی ۲۱۲ھ۔ دیکھئے خلافت معاویہ ص ۶۱۔ اس لیے میں نے بھی یہ واقعہ اور اُس کی تشریح لکھی ہے۔

اب ان حضرات کی روایات ملاحظہ ہوں جو قتال میں عدم شمولیت کی وجہ تھیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت :

وَاَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ عِنْدَ فِتْنَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَشْهَدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ اَلْقَاعِدُ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ قَالَ قُلْتُ اَفَرَاَیْتَ اِنْ دَخَلَ عَلٰی بَیْتِیْ وَبَسَطَ یَدَهٗ اِلَیَّ لِیَقْتُلَنِیْ قَالَ كُنْ كَابْنِ آدَمَ . (ازالة الخفاء ج۲ ص ۲۸۱)

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے جھگڑے کے وقت فرمایا : میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

عنقریب فتنہ بپا ہوگا اُس میں بیٹھ رہنے والا کھڑے سے بہتر ہوگا اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ میں نے (جناب رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا یہ اِرشاد فرمائیے کہ اگر وہ میرے گھر میں داخل ہوجائے اور میری طرف ہاتھ بڑھائے (تو میں کیا کروں) اِرشاد فرمایا تم حضرت آدم علیہ السلام کے (مقتول) بیٹے کی طرح ہوجاؤ۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت علی کرم اللہ وجہما کے بہت ہی قریب تھے۔ ان کے اقوال گرامی تو الگ آئیں گے ایک سبب یہ بھی تھا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت سعد اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما میں مواخاۃ تھی۔

ثُمَّ دَعَا سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَعَمَّارَ بْنَ یَاسِرٍ فَقَالَ یَاعَمَّارُ تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ ثُمَّ اٰخٰی بَیْنَھُمَا. (ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۲۱۳)

''پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بلایا، فرمایا : اے عمار تمہیں باغی جماعت قتل کرے گی۔ پھر اِن دونوں کو آپ نے ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔''

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایاتِ معذرت :

قَالَ (حَرْمَلَۃُ مَوْلٰی اُسَامَۃَ) اَرْسَلَنِیْ اُسَامَۃُ اِلٰی عَلِیٍّ وَقَالَ اِنَّہٗ سَیَسْأَلُکَ الْاٰنَ فَیَقُوْلُ مَاخَلَفَ صَاحِبُکَ فَقُلْ لَّہٗ یَقُوْلُ لَکَ لَوْکُنْتَ فِیْ شِدْقِ الْاَسَدِ لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَکُوْنَ مَعَکَ فِیْہِ وَلٰکِنْ ھٰذَا اَمْرٌ لَّمْ اَرَہٗ فَلَمْ یُعْطِنِیْ شَیْئًا فَذَھَبْتُ اِلٰی حَسَنٍ وَّحُسَیْنٍ وَابْنِ جَعْفَرٍ فَاَوْقَرُوْا لِیْ رَاحِلَتِیْ. (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۵۳، والحاشیۃ)

''حرملہ جو حضرت اُسامہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، بتلاتے ہیں کہ مجھے حضرت اُسامہؓ نے حضرت علیؓ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ وہ تم سے پوچھیں گے کہ تمہارے مولی کے پیچھے رہ جانے کی کیا وجہ ہے؟ تو اُن سے کہنا کہ اگر آپ شیر کے جبڑے میں ہوتے تو میں ضرور یہی

چاہتا کہ میں آپ کے ساتھ اِس کے جبڑے میں ہی ہوتا۔لیکن یہ معاملہ ایسا ہے کہ اِس میں میری رائے نہیں ہوئی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے کچھ نہیں دیا پھر میں حضرت حسن اور حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کے پاس گیا تو اُنہوں نے (اپنے عطیات سے) میرے دونوں اُونٹ لا دیے۔''

اَبُوْظِبْیَانَ قَالَ سَمِعْتُ اُسَامَۃَ بْنَ زَیْدٍ یَقُوْلُ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْحُرْقَۃِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَھَزَمْنَاھُمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْھُمْ فَلَمَّا غَشَّیْنَاہُ قَالَ لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ فَکَفَّ الْاَنْصَارِیُّ فَطَعَنْتُہٗ بِرُمْحِیْ حَتّٰی قَتَلْتُہٗ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَااُسَامَۃُ اَقَتَلْتَہٗ بَعْدَ مَاقَالَ لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ قُلْتُ کَانَ مُتَعَوِّذًا فَمَازَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنِّیْ لَمْ اَکُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ. (بخاری شریف ج۲ ص ۶۱۲)

''ابوظبیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو (اپنا واقعہ) بتلاتے ہوئے سنا کہ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے حرقہ کے پاس بھیجا۔ہم نے اُن پر صبح ہی صبح حملہ کیا تو انہیں ہم نے شکست دی۔(اسی اثناء میں) میں اور ایک انصاری اُن میں سے ایک شخص کے پیچھے لگے جب ہم نے اُسے جالیا تو اس نے کہا لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ تو انصاری صحابی نے ہاتھ روک لیا۔میں نے اُس کے نیزہ مار کر مار ڈالا۔جب ہم واپس آئے تو یہ بات جناب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی،آپ نے فرمایا!اے اُسامہ کیا تم نے اسے لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کے بعد پھر مارا؟ میں نے عرض کیا کہ اُس نے تو پناہ چاہنے کے لیے کہا تھا۔جناب رسول اللہ ﷺ بار بار (ملامت کے کلمات) دہراتے رہے،حتی کہ میرے دل میں فرطِ ندامت سے تمنا ہوئی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔''

اور حاشیہ نمبر ۵ بخاری میں اَمَرَہٗ بِالدِّیَۃِ بحوالہ قرطبی تحریر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُس شخص کی دیت ادا کرنے کا حکم فرمایا فَاَمَرَہٗ بِالدِّیَۃِ . اس واقعہ کی بناء پر وہ شریک قتال نہ ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا عذر پیش کرتے رہے۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ کے شریکِ قتال نہ ہونے کی وجہ :

حضرت محمد بن مسلمہؓ کا سبب وہ روایت تھی جس میں انہیں منع فرمایا گیا ہے :

وَاَخْرَجَ الْحَاکِمُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَۃَ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ اَصْنَعُ اِذَا اخْتَلَفَ الْمُصَلُّوْنَ قَالَ تَخْرُجُ بِسَیْفِکَ اِلَی الْحَرَّۃِ فَتَضْرِبُھَا بِہٖ ثُمَّ تَدْخُلُ بَیْتَکَ حَتّٰی تَأْتِیَکَ مَنِیَّۃٌ قَاضِیَۃٌ اَوْ یَدٌ خَاطِئَۃٌ .(ازالۃ الخفاء ج۲ص ۲۸۲)

''حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ جس دور میں اہلِ قبلہ میں اختلاف ہو، میں کیا کروں؟ اِرشاد فرمایا اپنی تلوار لے کر حرہ کی طرف نکل جانا اُسے پتھروں پر مارنا (اور کند کر دینا) پھر اپنے گھر میں رہنا حتی کہ یا طبعی موت آجائے یا کوئی خطا کار ہاتھ (تمہیں مار دے)۔''

حضرت ابوموسٰی اشعریؓ کے شریکِ قتال نہ ہونے کی وجہ :

وَاَخْرَجَ الْحَاکِمُ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْھَا مُؤْمِنًا وَّیُمْسِیْ کَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ کَافِرًا اَلْقَاعِدُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ کُوْنُوْا اَحْلَاسَ بُیُوْتِکُمْ. (ازالۃ الخفاء ج۲ ص ۲۸۲)

''حضرت ابوموسٰی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا تمہارے سامنے فتنے (آنے والے) ہیں جیسے تاریک رات کے ٹکرے ہوں۔اس دَور میں آدمی صبح اُٹھے گا مسلمان اور شام ہوگی تو کافر ہو چکا ہوگا اور شام کو مومن ہوگا صبح اُٹھے گا تو کافر۔اُس دَور میں بیٹھ رہنے والا کھڑے سے بہتر اور کھڑا چلنے والے سے بہتر اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اُس وقت ہمارے لیے جناب کیا حکم فرماتے ہیں ۔اِرشاد ہوا اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا (جس طرح ٹاٹ زمین پر بچھا دیا جاتا ہے اُس پر سامان رکھ دیا جاتا ہے تو اُسے ہر وقت نکالنا آسان نہیں ہوتا اور وہ کچھ

نہ کچھ سامان سے چھپ بھی جاتا ہے اِسی طرح بالکل دب کر چھپ کر گھروں میں رہنا)۔''

کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات جو قتال میں شریک نہیں ہوئے۔ اگرچہ اُن کے نام ابن خلدون کی فہرست میں نہیں ہیں جو عباسی نے نقل کی ہے۔

حضرت اُھبان رضی اللہ عنہ کی روایت :

وَاَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ عَدِیْسَۃَ بِنْتِ اُھْبَانَ بْنِ صَیْفِیِ الْغِفَارِیِّ قَالَتْ جَاءَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِلٰی اَبِیْ فَدَعَاہُ اِلَی الْخُرُوْجِ مَعَہٗ فَقَالَ لَہٗ اَبِیْ اِنَّ خَلِیْلِیْ وَابْنَ عَمِّکَ عَھِدَ اِلَیَّ اِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ اَنِ اتَّخِذْ سَیْفًا مِّنْ خَشَبٍ فَقَدِ اتَّخَذْتُہٗ فَاِنْ شِئْتَ خَرَجْتُ بِہٖ مَعَکَ قَالَتْ فَتَرَکَہٗ. (ازالۃ الخفاء ج۲ ص ۲۸۱)

''امام ترمذیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ عدیسہ بنت اھبان بن صیفی الغفاری نے کہا حضرت علی بن ابی طالبؓ میرے والد اُھبانؓ کے پاس آئے۔ انہیں اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا تو میرے والد صاحب نے اُن سے کہا کہ میرے خلیل اور آپ کے چچا زاد بھائی نے مجھے ہدایت و وصیت فرمائی تھی کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو تو تم لکڑی کی تلوار بنالینا تو میں نے لکڑی کی تلوار بنالی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں یہ تلوار لے کر آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں؟ عدیسہ نے کہا کہ پھر وہ میرے والد صاحب کو چھوڑ کر تشریف لے گئے۔''

وَاَخْرَجَ الْحَاکِمُ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّھَا سَتَکُوْنُ فِتْنَۃٌ اَ لَا ثُمَّ تَکُوْنُ فِتْنَۃٌ اَلْقَاعِدُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ اِلَیْھَا فَاِذَا نَزَلَتْ اَ لَا مَنْ کَانَ لَہٗ اِبِلٌ فَلْیَلْحَقْ بِاِبِلِہٖ وَمَنْ کَانَ لَہٗ غَنَمٌ فَلْیَلْحَقْ بِغَنَمِہٖ وَمَنْ کَانَتْ لَہٗ اَرْضٌ فَلْیَلْحَقْ بِاَرْضِہٖ. فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَأَیْتَ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ اِبِلٌ وَلَا غَنَمٌ وَلَا اَرْضٌ قَالَ فَلْیَأْخُذْ حَجَرًا فَلْیَدُقَّ بِہٖ عَلٰی حَدِّ سَیْفِہٖ ثُمَّ لِیَنْجُ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاۃَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ ثَلٰثًا فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَأَیْتَ اِنْ اُکْرِھْتُ حَتّٰی یُنْطَلَقَ بِیْ اِلٰی اَحَدِ الصَّفَّیْنِ اَوْ اِلٰی اِحْدَی

اَلْفِئَتَیْنِ فَیَرْمِیْنِیْ رَجُلٌ بِسَھْمٍ اَوْ یَضْرِبُنِیْ بِسَیْفٍ فَیَقْتُلُنِیْ قَالَ یَبُوْءُ بِاِثْمِہٖ وَاِثْمِکَ فَیَکُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ قَالَھَا ثَلٰثًا. (ازالۃ الخفاء ج٢ ص ٢٨٢)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا دیکھو! عنقریب فتنہ رُونما ہوگا۔ دیکھو! پھر فتنہ ہوگا اُس وقت بیٹھ رہنے والا کھڑے سے اور کھڑا چلنے والے سے اور چلنے والا اُس کی طرف دَوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جب فتنہ واقع ہوتو جس کے پاس اُونٹ ہوں وہ اپنے اُونٹوں میں اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں اور جس کے پاس زمین ہو وہ اپنی زمین پر چلا جائے۔

اِس پر ایک شخص نے عرض کیا اے رسول خدا ! اگر کسی کے پاس نہ اُونٹ ہوں نہ بکری نہ زمین (تو وہ کیا کرے)؟ اِرشاد فرمایا کہ پتھر لے کر اپنی تلوار کی دَھار کوٹ (کھنڈی کر) ڈالے، پھر اُس فتنے سے اگر ممکن ہو تو نجات حاصل کرے۔ پھر آپ نے تین بار اِرشاد فرمایا اے اللہ! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا۔ ایک شخص عرض کرنے لگے کہ اگر مجھے مجبور کر کے دونوں میں سے کسی ایک گروہ کی صف میں اِن دو میں سے کسی ایک جماعت کے ساتھ لے جایا گیا پھر کوئی میرے تیر مار دے یا تلوار سے وار کر کے مجھے قتل کر ڈالے (تو ایسی صورت میں میرا شمار کن لوگوں میں ہوگا)؟ فرمایا وہ تمہارا اور اپنا گناہ اپنے سر لے جائے گا اور جہنمی ہوگا۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔''

اِن روایات میں جن صحابہ کرامؓ کو جناب رسول اللہ ﷺ نے آنے والے دور میں قتال کی ممانعت فرمائی تھی وہ شریکِ قتال نہیں ہوئے اور ایسے حضرات کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے پھر مجبور بھی نہیں کیا۔ بلکہ ایسا بھی منقول ہے کہ آپ نے ایسے اکابر کے حق میں کلمات تحسین استعمال فرمائے ہیں، مثلاً

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں تحریر ہے :

اِعْتَزَلَ الْفِتْنَۃَ وَلَمْ یُقَاتِلْ مَعَ عَلِیٍّ وَّ مُعَاوِیَۃَ ثُمَّ کَانَ عَلِیٌّ یَغْبِطُہٗ عَلٰی ذٰلِکَ. فَعَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ: لِلّٰہِ مَنْزِلٌ نَزَلَہٗ سَعْدٌ وَّابْنُ عُمَرَ لَئِنْ کَانَ ذَنْبًا اِنَّہٗ لَصَغِیْرٌ وَّلَئِنْ کَانَ حَسَنًا اَنَّہٗ لَعَظِیْمٌ . (تذکرۃ الحفاظ للذھبی ج ا ص ٢٢)

اس امتحانی دور میں یکسو رہے لڑائی میں نہ حضرت علی کے ساتھ شریک ہوئے نہ حضرت معاویہ کے ساتھ۔ پھر یہ کہ حضرت علی حضرت سعدؓ کی اس روش پر رَشک کیا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ سے یہ کلمات منقول ہیں: کہ سعد اور ابن عمر نے کتنا عمدہ موقف اختیار کیا ہے۔ اگر یہ (میرے ساتھ لڑائیوں میں شریک نہ ہونا) گناہ ہے تو چھوٹا گناہ ہے اور اگر یہ نیکی ہے تو بڑی نیکی ہے۔

محدثین سفیان ثوریؒ کی ایک بات کی بہت تعریف کرتے ہیں، انہوں نے کہا :

یَقْتَدِیْ بِعُمَرَ فِی الْجَمَاعَةِ وَبِابْنِهٖ فِی الْفُرْقَةِ. (تذکرة الحفاظ للذهبی ج۱ ص ۳۸)

''اجتماع کے وقت حضرت عمرؓ کی پیروی کرنی چاہیے اور افتراق کے وقت ان کے صاحبزادے (عبداللہ بن عمر) کی۔''

حضرت سعدؓ کی عدم شرکت قتال اس ممانعت کی وجہ سے تھی جو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمادی تھی لیکن حضرت ابن عمرؓ کی عدم شرکت اجتہادی تھی اس لیے بعد کے زمانہ میں ان سے کلمات ندامت منقول ہیں۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَاَاجِدُنِیْ اٰسٰی عَلٰی شَیْءٍ فَاتَنِیْ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا اَنِّیْ لَمْ اُقَاتِلْ مَعَ عَلِیٍّ اَلْفِئَةَ الْبَاغِیَةَ. (استیعاب مع الاصابه ج۲ ص ۳۳۷)

''حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں اپنے دل میں اس دُنیا میں عمل کی کسی چیز کے رہ جانے پر (رنج و) ملال نہیں پاتا سوائے اِس کے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوکر اُن کی باغی جماعت سے قتال کیوں نہیں کیا۔''

یہ روایات ہیں جن کی وجہ سے تخلف عن القتال ہوا لیکن انکار بیعت نہیں ہوا۔ ابن خلدون نے یہ نام ذکر کرنے کے بعد اختصار سے کام لیا ہے بات واضح طرح نہیں لکھی یا اُنہوں نے نام پوری طرح تحقیق سے نہیں لکھے۔ تاریخ کی کتابوں میں ہمارے نقطۂ نظر سے یہ بنیادی خامی ہوتی ہے کہ ان میں عوام میں شہرت یافتہ حکایات تاریخ کا جزء بنا کر لکھ دی جاتی ہیں اس لیے تاریخ کی جو بات اصول حدیث اور حدیث سے متصادم ہو اُسے رد کردینا ضروری ہوگا ورنہ غلط تاریخ ہی تحریر میں آتی رہے گی۔

حضرت قدامہ بن مظعونؓ بدری ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیعت خلافت اس وقت تک نہیں لی جب تک بدری حضرات نے بالاتفاق اِن سے درخواست نہیں کی۔ یہی بات اُنہوں نے صفین کے موقع پر اِرشاد فرمائی ہے کیونکہ عشرہ مبشرہ کے بعد اسلام میں سب سے بڑا درجہ اہل بدر کا بتلایا گیا ہے۔ انہوں نے عشرہ مبشرہ کے علاوہ اہل بدر کو بھی اپنے نزدیک اہل حل وعقد میں شمار فرمایا ہے۔

فَقَالَ عَلِیٌّ اِنَّمَا ھٰذَا لِلْبَدْرِیِّیْنَ دُوْنَ غَیْرِھِمْ وَلَیْسَ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ بَدْرِیٌّ اِلَّا وَھُوَ مَعِیْ وَقَدْ بَایَعَنِیْ وَقَدْ رَضِیَ فَلا یَغُرَّنَّکُمْ مِّنْ دِیْنِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ. (البدایہ ج ۷ ص ۲۵۹)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہؓ کے جواب میں فرمایا کہ اَمارت طے کرنے کا حق اہل بدر کا ہے نہ کہ اور لوگوں کا۔ اور رُوئے زمین پر کوئی بدری نہیں ہے جو میرے ساتھ نہ ہو۔ (ہر بدری نے) مجھ سے بلاشبہ بیعت بھی کی ہے اور میری خلافت پر راضی بھی ہے تو کوئی شخص (یا کوئی بات یا شبہہ) تم لوگوں کو اپنے دین اور جان کے معاملہ میں دھوکہ نہ دے دے (اس کا خیال کرو)۔''

غرض حقیقت یہ ہے مدینہ منورہ میں موجود تمام صحابہ کرام مہاجرین و انصار بلکہ سب اہل بدر نے آپ سے بیعت کی۔

ابن حجر الھیثمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

وَجَاءَ النَّاسُ یُھْرَعُوْنَ اِلَیْهِ فَقَالُوْا لَهٗ نُبَایِعُکَ فَمُدَّ یَدَکَ فَلا بُدَّ مِنْ اَمِیْرٍ فَقَالَ عَلِیٌّ لَیْسَ ذٰلِکَ اِلَیْکُمْ اِنَّمَا ذٰلِکَ اِلٰی اَھْلِ بَدْرٍ. فَمَنْ رَضِیَ بِهٖ اَھْلُ بَدْرٍ فَھُوَ خَلِیْفَةٌ فَلَمْ یَبْقَ اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِ بَدْرٍ اِلَّا اَتٰی عَلِیًّا فَقَالُوْا مَا نَرٰی اَحَدًا اَحَقَّ بِھٰذَا مِنْکَ مُدَّ یَدَکَ نُبَایِعْکَ فَبَایَعُوْهُ. (الصواعق المحرقة فی الرد علی اھل البدع والزندقة لاحمد بن حجر المکی الھیثمی ص ۱۱۸)

''لوگ تیز تیز چلتے ہوئے حضرت علیؓ کے پاس پہنچے۔ کہنے لگے ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں آپ ہاتھ آگے بڑھایئے کیونکہ امیر کا تقرر نہایت ضروری ہے۔ اس پر حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا اختیار تم لوگوں کو نہیں ہے اس کا اختیار اہل بدر کو ہے، جس پر اہل بدر متفق و راضی ہوں وہی خلیفہ ہوگا۔ پھر اہل بدر سب کے سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ سے زیادہ اِس منصب کا اہل ہم کسی کو نہیں سمجھتے۔ اپنا ہاتھ بڑھائیے ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں چنانچہ اِن حضرات نے بیعت کی۔''

نیز یہی مضمون تاریخ ابن اثیر میں ملاحظہ فرمائیں۔(الکامل ج ۳ ص ۱۹۰)

پھر ابن حجر بعنوان ''تنبیہ'' تحریر فرماتے ہیں کہ :

''ہم نے جو لکھا ہے اس سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تینوں خلفاء کرام کے بعد لائق خلافت امام مرتضٰی اور ولی مجتبٰی علی بن ابی طالب ہی ہیں۔ باتفاق اہل حل وعقد جیسے حضرت طلحہ، ابوموسی، ابن عباس، خزیمۃ بن ثابت، ابوالھیثم بن التیھان، محمد بن مسلمہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم۔

اور شرح المقاصد میں ہے کہ کچھ اہل کلام (اہل عقائد) علماء نے فرمایا ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کی خلافت پر اجماع منعقد ہوا ہے (اور بالا جماع انعقاد خلافت کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت چھ اکابر عثمان، علی، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم پر مشتمل شوریٰ مقرر فرمادی کہ اِن میں سے کسی ایک کو کثرتِ رائے سے منتخب کر لیا جائے تو اُس وقت دو نام آئے تھے حضرت عثمان اور حضرت علی)۔ خلافت دو حضرات میں منحصر تھی یا عثمانؓ خلیفہ ہوں یا علیؓ۔ اور یہ اجماع ہے اس بات پر کہ اگر حضرت عثمانؓ خلیفہ نہ ہوئے ہوتے تو علیؓ ہی خلیفہ ہوتے تو جب حضرت عثمانؓ شہادت کی وجہ سے (دُنیا میں موجود نہ رہے) اور اس معاملہ میں سے وہ باہر ہو گئے تو یہ بات صاف معلوم ہو رہی ہے کہ پھر خلافت علی رضی اللہ عنہ ہی بالاجماع رہ گئی اور اسی لیے امام الحرمین نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں جو یہ کہیں کہ امامت علی رضی اللہ عنہ پر اجماع نہیں ہوا کیونکہ ان کی خلافت کا انکار ہی نہیں کیا گیا۔ فتنہ کے اور اسباب تھے جن کی وجہ سے وہ رُونما ہوا۔(الصواعق المحرقۃ ص ۱۱۹)

قسط : ۷

اَللَّطَائِفُ الْاَحْمَدِیَّہ فِی الْمَنَاقِبِ الْفَاطِمِیَّہ رض

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

رعایت خاصہ حق تعالیٰ با اہل بیت رض :

(۱۹) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ مَنْ اَقَرَّ مِنْھُمْ بِالتَّوْحِیْدِ وَلِیْ بِالْبَلَاغِ اَنْ لَّا یُعَذِّبَھُمْ . (اخرجہ الحاکم وصححہ السیوطی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مجھ سے میرے پروردگار نے وعدہ کرلیا ہے میرے اہل بیت میں سے اُن لوگوں کے لیے جو توحیدِ خداوندی اور میری رسالت کا اقرار کریں یہ وعدہ کہ اُن کو عذاب نہ دے گا۔'' (اس روایت کو حاکم رح نے نقل کیا ہے اور سیوطی رح نے صحیح کہا ہے)

مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے اہل بیت میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کو ہر اَمر میں یکتا جانتا ہوگا اور جناب رسول مقبول ﷺ کو پیغمبر برحق سمجھتا ہوگا (یعنی تمام احکامِ شرعیہ کا اقرار کرنے والا ہو) وہ بخشا جاوے گا اگرچہ کسی درجہ کا گنہگار ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر مسلمان جوکہ اسلام پر مرے اگرچہ وہ کسی درجہ کا گنہگار ہو رحمتِ خداوندی سے بغیر سزا (بذریعہ رحمتِ الٰہی جس پر بھی ہوجاوے کسی کا قرض نہیں ہے) یا بعد سزائے جہنم، جنت میں ضرور داخل ہوگا پس اِس جگہ کوئی خصوصیت مراد ہے جب تو آپ نے اپنے اہل بیت کی خصوصیت اِرشاد فرمائی ورنہ جس حکم میں عام مسلمان شریک ہیں اُس میں اہل بیت کا خاص طریق پر ذکر کرنا کیا ضرور ہے، وہ تو عام مسلمانوں میں خود ہی داخل ہیں۔

پس فصیح بلیغ پیغمبر کا کلام چونکہ لغویات سے پاکیزہ ہونا ضرور ہے تو اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص طور پر مغفرت اور بخشش ہوگی جو اور مسلمانوں سے زیادہ ہوگی اور اُس خاص طریق میں چند احتمال ہیں، اولاً یہ کہ ابتدا ہی سے عذاب نہ ہو۔ ثانیاً یہ کہ حساب بالکل نہ ہو یا اُس میں تخفیف ہو یا نفس عذاب میں تخفیف ہو۔ ثالثاً یہ کہ ثواب میں بعد مغفرت زیادتی ہو اور یہ اَمر رحمتِ خداوندی سے کچھ بعید نہیں جو تعلق اللہ جل جلالہٗ کا حضور سرورِ عالم ﷺ کے ساتھ ہے وہ ظاہر ہے کہ کس درجہ کا ہے اور اس کی وجہ سے اگر اہل بیت کو یہ نعمت میسر ہو تو کیا جائے تعجب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (میں نزدیک گمان اپنے بندہ کے ہوں وہ گمان جو مجھ سے رکھتا ہے) یعنی اگر مجھ سے اچھا گمان اور نیک اُمید رکھے گا تو ویسا ہی برتاؤ کروں گا اور اگر نااُمیدی اور بدگمانی رکھے گا تو ویسا ہی برتاؤ کیا جاوے گا) لیکن واضح رہے کہ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حضرات بالکل مواخذہ سے بری ہیں بلکہ گناہ کی سزا خاص لوگوں کو زیادہ دی جاتی ہے۔ پس مراد یہ ہے کہ جو شخص باقتضائے قرابتِ نبوی ﷺ ہر وقت اطاعت الٰہی میں مصروف ہوگا اور اتفاقاً کچھ کوتاہی اور کوئی گناہ بھی ہو جاوے گا تو اُس کا مواخذہ نہ ہوگا اور ببرکت قرابتِ نبوی ﷺ وہ مغفور ہوگا اگرچہ وہ گناہ کیسا ہی بڑا ہو۔

غرض اہل بیت نبوی ﷺ کی مغفرت خاص طور پر ہوگی جو اہل بیت میں سے پارسا اور زاہد ہیں اُن کے اعلیٰ درجہ پر پہنچنے کی بشارت ہے یعنی اُن کے درجے بلند ہوں گے اور جو سخت گنہگار ہوں گے اہل بیت میں سے وہ بہ نسبت اور لوگوں کے عذاب کے زیادہ مستحق ہوں گے بوجہ خصوصیت قرابتِ نبوی ﷺ کے اور مغفرت کے وقت خصوصیت مغفرت سے بھی مشرف ہوں گے۔ بڑی بے حیائی اور ناشکری ہے کہ اولادِ نبوی ﷺ میں ہوکر خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کرے بلکہ لازم ہے کہ اِس نعمت کو غنیمت کبریٰ سمجھ کر ایسا شکر کرے کہ کوئی وقت طاعت باری سے خالی نہ جاوے اور اہل بیت میں آپ کے تمام اہل قرابت داخل ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جس درجہ کی قرابتِ قریبہ ہوگی اُسی درجہ کی فضیلت بھی زیادہ ہوگی یعنی مثلاً جو حضور ﷺ کے حقیقی چچا ہوں وہ دُور کے رشتہ کے چچا سے کم ہوں گے اور اولاد میں سب کا ایک حکم ہوتا ہے یعنی نواسہ، بیٹی، بیٹا اور اُن کی اولاد اِن سب کی قرابتِ قریبہ ہی شمار ہے اگرچہ بظاہر کچھ تھوڑا سا فرق ہے لیکن عرف میں یہ قرابتِ بعیدہ شمار نہیں ہوتی ہاں جن فضائل کے ساتھ بعض مخصوص ہوں وہ دوسروں کو نہیں میسر ہوسکتے مثلاً حضرت امام حسینؓ بوجہ صحابیت وغیرہ

فضائل میں مخصوص ہیں وہ فضائل آج کل کے سادات کو جواُن حضرات کی اولاد میں ہیں میسر نہیں ہو سکتے۔

اور واضح رہے کہ فضائل اہل بیت ساداتِ کرام کو اِس اَمر کا اطمینان دلانے والے نہیں ہیں کہ وہ عمل چھوڑ دیں اور محض قرابت نبوی پر تکیہ کر کے بیٹھ رہیں اور احادیث جن میں حضرت فاطمہؓ کے اعمال صالحہ اور جناب نبی کریم ﷺ کا اُن کو تعلیم کرنا آئندہ مذکور ہوگا اِس پر دلالت کرتی ہیں کہ سادات کو بہ نسبت اور حضرات کے اعمال وعلوم میں زیادہ مشغلہ اور سعی ضرور ہے اور اِس نعمت یعنی قرابت نبوی کا شکر اُن کے ذمہ واجب الادا ہے اور اِس کی پوری تفصیل آئندہ بیان کروں گا۔ واضح رہے کہ قیامت تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کی اولاد بواسطہ حضرت سیدۃ النساء داخل اہل بیت رسول ﷺ ہے اور اسی طرح دیگر اہل قرابتِ نبوی کی اولاد بھی قیامت تک اپنے درجہ کے مطابق داخل قرابتِ نبوی ﷺ ہے۔ اور یہ بات عرفاً بالکل ظاہر ہے کہ اولاد کی اولاد اپنی اولاد ہوتی ہے لیکن تقویت شرعیہ اور اطمینان کے لیے عبارت ذیل نقل کی جاتی ہے جس کا حاصل وہی ہے جو مذکور ہوا، اِسی خیال سے ترجمہ نہیں کیا جاتا۔

وجمل اللیل در ذخیرۃ الخیر زیادہ بر یکصد حدیث میان صحاح وحسان وضعاف در مناقب ایشاں ومحبانِ ایشاں ووعید مبغضان ایشاں ایراد کردہ بعدہٗ گفتہ ہر کہ نسبت وے بسوئے رسول خدا امروز صحیح گشتہ وتناول صدقہ بروے حرام گردیدہ، وے داخل ست در لفظ اہل بیت وذریت وعترت وآل وقرابت اگرچہ وسائط متعددہ درمیان باشند انتہٰی وسمہودی در اوائل ذکر خامس از کتاب جواہر العقدین گفتہ **فاطمة بضعة منه كما فى الصحيح واولادها بضعة من تلك البغعة فيكونون بضعة منه بالواسطة وكذا بنو بنيهم وهلم جرا ، اذن كل من يوجد منهم فى كل زمان بضعة منه بالواسطة** اور اثنائے ذکر حادی عشر نزد کلام بر حدیث بضعہ وینا سبھا ذکر کردہ **فكل من يشاهد اليوم من ولدها بضعة من تلك البضعة وان تعددت الوسائط انتهٰى** گویم دلالت میکند بر تصحیح معنی ایں قول آنحضرت ﷺ دربارۂ حسنینؓ کہ ایشان سبطی از اسباط اند چہ سبط بودن ایشان دلیل کثرت اولاد واخلاف ایشاں ست وچون ایشاں پارہ گوشتے از رسول خدا باشند لامحالہ ابنائے ایشاں پارۂ ایشاں خواہند بود وآل پارہا بوسائط پارۂ اُو رسولؐ بودند وشاہد اوست آیت کریمہ **وكان ابوهما صالحا** چہ مفسران گفتہ اند میانِ غلامین وابن اب صالح ہفت پشت بود و **استدل بذلك جماعة من اهل**

العلم منهم الامام محمد جعفرنِ الصادق والحافظ عبد العزيز والحافظ الزرندی وغيرهم هذا كله من رسالة بعض اهل الحديث .

فضیلت اتقیاء اہل بیت نبوی ﷺ :

اور واضح ہوا کہ جو اہل بیت نبوی ﷺ سے پابند شروع ہو اُس کی اعلیٰ درجہ کی خاطر و مدارات اور تعظیم ظاہری و باطنی لازم ہے اور جو اہلِ بیت نبوی ﷺ سے فاسق مُعلن ہو اُس کے اعمال کو برا سمجھے اور عمدہ طریق سے اُس کو نصیحت کرے اور اِس اعتبار سے جب تک وہ اپنی حالت سے توبہ نہ کرے اُس کو برا سمجھے لیکن باعتبار قرابتِ نبوی ﷺ اُس کو اچھا سمجھے اور اُس کی تعظیم اور بجا آوری حقوق میں کوتاہی نہ کرے۔ اور یہ بات بعید نہیں کہ ایک اعتبار سے ایک شئے عمدہ سمجھی جاوے اور دوسرے اعتبار سے خراب شمار ہو۔ چنانچہ والدین اگرچہ فاسق بلکہ کافر ہوں تب بھی اُن کی خدمت اور عظمت اور بجا آوری حقوق شریعت میں لازم ہے اور یہ قاعدہ مذکورہ کلیہ ہے کہ جہاں ایسے دو سبب پائے جائیں گے جو مذکور ہوئے وہاں حکمِ مذکور جاری ہوگا چنانچہ ہدایہ کے حاشیہ مؤلفہ مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ عالمِ فاسق کی تعظیم کرے بوجہ علم کے۔ مطلب یہ ہے کہ باعتبار فضیلت علم کے اُس کی تعظیم کرے اور حقوق بجالاوے اور باعتبار گناہوں کے برا سمجھے مگر گستاخی نہ کرے۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے لیکن تمسک اُمت باہل بیت ومتابعت ایشاں کہ دراحادیث آمدہ مراد بدان علمائے عاقلین عترت اند نہ مخلطن و جاہلین وبہ قال سلف الامۃ وایمتہا واحادیث تعظیم واحسان وتجاوز از مسیئین ایشاں عام ست درحق کسیکہ تناول صدقہ بروے حرام باشد زیراکہ وے منجملہ آل نبویست علی المعتمد۔

تفصیل تعظیم سادات :

اور ایک سید کو دوسرے سید کی تعظیم باعتبار سیادت ضرور نہیں گو اَولیٰ ہے اِس لیے کہ اِن دونوں میں مساوات ہے اور تعظیم میں ایک کا معظم ہونا ضرور ہے، یہ بھی قاعدہ کلیہ ہے جو بہت جگہ کام دے گا ہاں اگر باعتبار محبت نبوی ﷺ ایک دوسرے سے عمدہ برتاؤ کریں اور تعظیم سے پیش آویں تو غایتِ محبتِ نبوی ﷺ شمار ہوگی اور ثواب ہوگا۔ اور جس شخص کی عظمت لازم ہے اگر وہ کافر ہو اور اُس میں کوئی اچھی بات پائی جاوے تو اُس کی مدح

نہ کرنا چاہیے اگر کوئی ضرورت ہی واقع ہو اُس کے اچھے کاموں کے اظہار کی تو بطریق انصاف بیان کردے اور بطورِ مدح نہ بیان کرے۔ مدح میں عظمت ممدوح کی پائی جاتی ہے ظاہراً و باطناً بخلاف انصاف کے کہ وہاں فقط ایک واقعی اَمر کا بیان ہوتا ہے کسی کی وقعت و عزت مقصود نہیں ہوتی۔ اور اگر وہ شخص جس کی تعظیم کسی اعتبار سے ضروری ہے فاسق ہو اور اُس میں کوئی اچھی بات ہو اور اُس کے اظہار کی حاجت ہو تو اِس اعتبار سے اُس کی مدح کرنا مذموم نہیں لیکن ساتھ ہی اُس کا فسق بھی ظاہر کردے تاکہ مدح مطلقاً نہ ہو اور نیز دوسرے لوگ دھوکے میں نہ پڑیں اور بندہ کے نزدیک یہ دو سبب ہیں جن کی وجہ سے فاسق کی مدح کرنا ممنوع ہے اور حدیث اس باب میں آئی ہے اور کافر پر فاسق کا قیاس بعید ہے کیونکہ کافر کے پاس تو کوئی نیکی مقبول نہیں بخلاف مسلمان کے کہ اُس کا ایمان بڑی نیکی ہے جو عذاب ہمیشگی سے بعد سزائے معاصی یقیناً نجات دے گا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور واضح ہو کہ اگر عالم اور سید کافر ہوں تو ہرگز اُن کی سیادت اور علم کی وجہ سے تعظیم نہ کرے کیونکہ وجہ تعظیم جاتی رہی گو نسبِ نبوی ﷺ اور علم اب بھی باقی ہے لیکن وہ بحیثیت اسلام معتبر ہے اور وہ اعتبار جاتا رہا اور اگر باپ چچا وغیرہ کافر ہوں تو اُن کی تعظیم بقاعدۂ شریعت کرے اِس لیے کہ یہاں وجہ تعظیم محض حق پرورش و جزئیت ہے اور وہ عام ہے مسلمان اور غیر مسلمان میں، خوب سمجھ لو۔ بہرحال تعظیم و محبت اہل بیت واجب ہے اور اس کا صلہ وہ ہے جس کو سوائے خداوند کریم کوئی نہیں دے سکتا اور جس کے مقابلہ میں ہفت اقلیم کی سلطنت ہیچ ہے۔

حصول معیت رسول اللہ ﷺ درجنت بوجہ محبت اہل بیت و معنٰی معیت :

امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ نے روایت کی مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ ھٰذَیْنِ وَاَبَاھُمَا وَاُمَّھُمَا کَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یعنی فرمایا جناب رسول مقبول ﷺ نے جو مجھ سے محبت کرے اور اِن دونوں یعنی حضرات حسنینؓ سے محبت کرے اور اِن دونوں کے باپ سے یعنی حضرت علیؓ سے اور ان دونوں کی ماں سے یعنی حضرت سیّدۃ النساءؓ سے، وہ میرے ساتھ ہوگا میرے درجہ میں دِن قیامت کے۔

فائدہ : ساتھ ہونے سے برابری لازم نہیں آتی، ہاں قربِ نبوی ﷺ اعلیٰ درجہ کا نصیب ہوگا جیسے نوکر اور آقا دونوں کی کوئی ضیافت کرے۔ ظاہر ہے کہ وہ دونوں ہمراہ جانے اور ایک مکان میں کھانا کھانے سے

برابر نہیں ہو گئے مگر ہمراہی نبوی ﷺ اور ثواب کثیر کس قدر بڑی دولت ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اہل بیت رسالت پانچ چیزوں میں برابر حضرت نبوت ﷺ کے ہیں (یعنی شریک ہیں یہ نہیں کہ بالکل برابر ہیں) ایک دُرود بھیجنے میں حضرت ﷺ پر التحیات میں، دوم سلام میں، تیسرے طہارت میں (آیت تطہیر کا مضمون گزر چکا اور وہاں ازواجِ مطہراتؓ اور حضرت سیّدۃ النساءؓ اور امام حسنینؓ اور حضرت علیؓ مراد ہیں)، چوتھے صدقہ حرام ہونے میں، پنجم وجوبِ محبت میں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت سے محبت واجب ہے اور بغض اُن کا بتحریم غلیظ حرام ہے۔ امام بیہقیؒ اور بغویؒ نے اِس کی تصریح کی ہے اور امام شافعیؒ نے اس پر تنصیص فرمائی ہے۔

يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِى الْقُرْآنِ اَنْزَلَهٗ

يَكْفِيكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْفَخْرِ اَنَّكُمْ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَاصَلٰوةَ لَهٗ

حضرت خاتم المحققین عارف ربانی اعلم العلماء مولانا وسیّدنا شاہ عبدالوہاب المالکی الشعرانی قدس سرہٗ من کبریٰ میں فرماتے ہیں :

وَمِمَّا مَنَّ اللّٰهُ بِهٖ عَلَىَّ مَحَبَّتِىْ لِلشُّرَفَآءِ وَ اَهْلِ الْبُيْتِ وَلَوْمِنْ قِبَلِ الْاُمِّ فَقَطْ وَلَوْ كَانُوْا عَلٰى غَيْرِ قَدَمِ الْاِسْتِقَامَةِ لِاَنَّهُمْ بِيَقِيْنٍ يُحِبُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ اَحَبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَايَجُوْزُ بُغْضُهٗ وَلَاسَبُّهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ وَلَايَلْزَمُ مِنْ اِقَامَةِ الْحُدُوْدِ عَلَى الشُّرَفَاءِ اَنَّنَا نُبْغِضُهُمْ بَلْ اِقَامَتُنَا الْحَدَّ عَلَيْهِمْ اِنَّمَا هُوَ مَحَبَّتُهٗ فِيْهِمْ وَتَطْهِيْرٌ لَّهُمْ .

ابن عربیؒ نے فرمایا ہے میں یہ کہتا ہوں کہ معاصی اہل بیت (مراد اَزواجِ مطہرات اور حضرت امام حسنینؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ ہیں اِس خاص مقام پر) صورت میں ذنوب اور گناہ ہیں نہ حقیقت میں، اس لیے کہ اللہ نے بسابقہ عنایت اِن کے ذنوب معاف کردیے ہیں بدلیل آیت تطہیر (جس کا مفصل بیان گزر چکا) اور کوئی رِجس (مذکور در آیت تطہیر) گناہوں سے بڑھ کر نہیں ہے۔ ان سے اگر ہم کو کچھ ایذاء پہنچے تو باعتبارِ اَدب کے ہم پر یہ واجب ہے کہ ہم اُس کو شبیہ مقادیر الٰہیہ مثل امراض وغیرہ کے سمجھ کر راضی رہیں اور صبر کریں اور اگر وہ

ہمارا مال چھین لیں اور ہم کو نہ دیں تو ہم کو نہ چاہیے کہ ہم اُن کو قید کریں یا اُن کے مقدمہ کو حاکم تک پہنچائیں، اِس لیے کہ یہ بضعہ (ٹکڑا) رسول ﷺ ہیں۔

حکایت : ایک بار عبداللہ بن حسنؓ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (جو خلیفۂ وقت زاہد پارسا تابعین میں سے تھے) کے پاس آئے کسی کام کے لیے، اُنہوں نے کہا آپ کو جب کچھ کام ہوا کرے تو آدمی بھیج کر مجھے بلوالیا کریں میں حاضر ہوں گا یا مجھ کو رُقعہ لکھ بھیجا کریں مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ وہ تم کو میرے دروازے پر دیکھے۔

حکایت : ایک بار دُختر اُسامہ بن زید (حضرت زید حضور ﷺ کے آزاد شدہ غلام تھے پس یہ لڑکی اُن کی پوتی تھیں) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس گئیں۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اُن کو اپنی جگہ بٹھایا اور آپ سامنے اُن کے بیٹھے اور اُن کا ہر کام پورا کر دیا۔ ذرا غور کرو کہ جب جناب رسول مقبول ﷺ کے غلام کی پوتی سے یہ برتاؤ تھا تو تیرا کیا گمان ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اولاد سے کیسا برتاؤ کرتے ہوں گے۔

حکایت : حضرت معاویہؓ کو یہ بات پہنچی کہ حابس بن ربیعہؓ مشابہ آنحضرت ﷺ ہیں تب سے جب کبھی وہ آتے تو حضرت امیر معاویہؓ اُن کے لیے اپنے تخت سے اُٹھ کر پیشوائی کرتے اور دونوں آنکھوں کے بیچ بوسہ دیتے۔

حکایت : حضرت علی خواصؒ (مرشد حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ) کہتے تھے کہ چاہیے شریف پر (جو اہل بیت سے ہو) ہم اپنی جان فدا و قربان کر دیں کیونکہ گوشت اور خون رسول کریم ﷺ اُس میں اثر کرنے والا اور جاری ہے اور وہ ایک پارۂ گوشت ہے آنحضرت ﷺ کا۔

بعض اہل علم نے کہا ہے حقوق شرفاء (اہل بیت) کے ہم پر یہ ہیں، اگرچہ وہ خاندان میں دُور ہوں کہ ہم اُن کی رضا کو اپنی خواہش پر ترجیح دیں اور اُن کی تعظیم و توقیر بجالائیں اور جب وہ زمین پر بیٹھے ہوں ہم تخت پر نہ بیٹھیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو کوئی جھوٹا دعویٰ شرف (خاندانِ نبوی ﷺ اور اولادِ نبوی ﷺ) کا کرے اُس کو سخت مارنا اور مدت تک قید میں رکھنا چاہیے یہاں تک کہ توبہ کرے اِس لیے کہ اِس میں حضرت ﷺ کا استخفاف ہوتا ہے (کہ نااہل اہل بیت نبوت ﷺ میں داخل ہوتا ہے) اور جس سیّد کے

نسب میں طعن کیا جاتا ہے وہ اُس کی تعظیم کرتے اور کہتے کہ شاید حقیقت میں وہ سیّد ہو اور شریف ہو۔ پہلا حکم یقین کی صورت میں ہے اور دوسرا شک کی صورت میں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک ادب یہ ہے کہ کوئی ہم میں کا کسی شریفہ (اہل بیت سیّد کی لڑکی) سے نکاح نہ کرے مگر جبکہ اپنے نفس سے اِس بات کو معلوم کرلے کہ میں اُس کے زیرِ حکم رہوں گا اور اُس کے اِشارے پر کام کروں گا اور اُس کی جوتیاں سیدھی کروں گا اور جب وہ آوے تو اُس کے لیے کھڑا ہو جاوے اور اُس پر دوسری عورت نہ لاوے اور اُس پر رزق کی تنگی نہ کرے اور اگر شریفہ اجنبی ہو تو اُس کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھے (اگرچہ کسی اجنبی عورت کو نہ دیکھنا چاہیے مگر شریفہ سے خاص طور پر احتیاط کرے وہ معظّمہ محترمہ ہے)۔(جاری ہے)

بسلسلہ اصلاحِ خواتین

عورتوں کے عیوب اور اَمراض

﴿ از اِفادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

عورتوں کے لیے تکبر اور حبِ دُنیا کا علاج :

عورتوں کو چاہیے کہ عمدہ کپڑا پہن کر کہیں نہ جائیں۔ جہاں جائیں اُنہی کپڑوں میں چلی جائیں جو پہلے سے پہنے ہوئے ہوں۔ اِس طرح کرنے سے تکبر ٹوٹ جائے گا۔ مگر اِن کی حالت یہ ہے کہ جہاں جائیں گی لد پھد کر جائیں گی تاکہ شان ظاہر ہو۔ عورتوں میں حبِ دُنیا (زیور وغیرہ) کا غلبہ زیادہ ہے۔ اِس کا علاج یہ ہے کہ زیور لباس شوہر کے سامنے تو گھر میں خوب پہنا کریں مگر اِن کی حالت یہ ہے کہ برادری میں جائیں گی تو خوب بن ٹھن کر اور جب آئیں گی فوراً اُتار دیں گی تاکہ جس حال میں خاوند نے دیکھا تھا اُسی میں دیکھے۔ اِس کا علاج یہ ہے کہ خاوند کے سامنے پہنیں اور کہیں جائیں تو نہ پہنیں۔ ایسے ہی علاج غیبت کا ہے۔ اس میں استغفار کافی نہیں بلکہ جس کی غیبت کی ہے اُس سے کہو کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے، معاف کردو۔ (الحیٰوۃ ملحقہ حقیقت مال وجاہ)

حرص اور دُنیا کی محبت کا علاج :

رسول اللہ ﷺ نے حرص کا صحیح علاج بتلایا ہے چنانچہ اِرشاد ہے ''وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ'' اس میں توبہ کو حرص کا علاج بتایا گیا ہے جس کے معنی ہیں توجہ الی اللہ۔ اور یہ حرص کا علاج اس وجہ سے ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ نفس ایک وقت میں دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ حرص کی حقیقت دُنیا کی طرف متوجہ اور میلان ہونا ہے، جب اِس کی توجہ کو کسی دوسری شئے کی طرف پھیر دیا جائے گا تو دُنیا کی طرف توجہ باقی نہ رہے گی۔

جب حرص کا صحیح علاج معلوم ہوگیا تو اب سمجھئے کہ ''توجہ الی اللہ'' کیا چیز ہے؟ بعض لوگوں نے تو یہ سمجھا ہے کہ توجہ الی اللہ کا یہ مطلب ہے کہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور احکام شرعیہ بجالائے۔ اِن لوگوں نے ظاہری اعمال پر اکتفاء کیا اور یہ لوگ دل سے خدا کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ توجہ الی اللہ (یعنی اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے) معنی صرف یہ ہیں کہ صرف دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوں۔ یہ لوگ ذکر و شغل اور مراقبہ ہی کو لے بیٹھے۔ ان لوگوں نے نماز، روزہ، تلاوت قرآن پاک، نظر بد کو بچانا وغیرہ سب

چھوڑ دیا مگر اِن کو بھی برکت اور نورانیت حاصل نہیں ہوتی۔

لوسنو! توجہ الی اللہ کی حقیقت تو یہی ہے کہ خدا کی طرف دل سے متوجہ ہو مگر حقیقت کی ایک صورت بھی ہوا کرتی ہے۔ اور توجہ الی اللہ کی صورت وہی ہے جو شریعت نے بتلائی ہے بس دونوں کو جمع کرنا چاہیے کہ دل سے اللہ کی طرف متوجہ رہو اور ظاہر سے اعمالِ شرعیہ کے پابند رہو۔ طاعات کو بجالانا اور معاصی سے بچنے کا اہتمام کرو۔ نگاہ کو روکو، نامحرموں کی باتیں بھی نہ سنو۔ اعمالِ ظاہرہ، اعمالِ باطنہ دونوں کو جمع کرنا چاہیے، پھر انشاء اللہ کامیابی ضرور ہوگی۔ (علاج الحرص التبلیغ)

ایک ترکیب بتلا کر مضمون کو مختصر کرتا ہوں اور وہ ایسی ترکیب ہے کہ جس سے تم کو انشاء اللہ تعالیٰ صحبت کی برکت حاصل ہوگی اور یہ جو دائرے سے باہر قدم نکلا جا رہا ہے یہ رُک جائے گا اور وہ ترکیب یہ ہے : ایک وقت مقرر کر کے اُس وقت میں موت کو یاد کیا کرو، اور پھر قبر کو یاد کرو اور پھر حشر کو یاد کرو، اور پھر یوم حشر (قیامت) کے احوال (ہولناکیوں) اور وہاں کے مصائب کو یاد کرو اور سوچو کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے رُوبرو کھڑا کیا جائے گا اور ہم سے باز پرس ہوگی۔ ایک ایک حق اُگلنا پڑے گا اور پھر سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔ اِسی طرح روزانہ سوتے وقت سوچا کرو۔ دو ہفتے میں انشاء اللہ کایا پلٹ جائے گی اور دُنیا کے ساتھ جو دلچسپی ہے وہ نہ رہے گی۔

بڑا علاج یہی ہے کہ سوچنا شروع کر دو۔ آخرت کے تمام اُمور کو سوچا کرو، میں مر کر قبر میں جاؤں گا وہاں سوالات ہوں گے اگر ٹھیک جواب دے دیا تو راحت ہوگی اور اگر ٹھیک جواب نہ دے سکا تو عذاب ہوگا۔ پھر اس کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا۔ میدان قیامت کی سختیوں کو بھی سوچو۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کے لیے کھڑا کیا جاؤں گا، اس کے بعد پل صراط پر چلنا ہوگا، پھر جنت ملے گی یا دوزخ میں ڈالا جاؤں گا۔ دوزخ میں کوئی پُرسانِ حال نہ ہوگا۔ غرض اِن سارے اُمور کو سوچا کرو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اپنے اُوپر لازم کرلو، گو تکلیف ہی سہی۔ خدا کی اطاعت میں خاص اثر ہے کہ اِس سے فکر پیدا ہوگی اور فکر پیدا ہونے سے تمام کام دُرست ہو جائیں گے۔ اور ایک بات اپنے اُوپر لازم کرلو وہ یہ کہ جو اَپنے جی میں آئے اُسے فوراً مت کرلیا کرو بلکہ علماء سے تحقیق کر کے کیا کرو، اگر ناجائز بتلائیں ہرگز اُس کام کو مت کرو۔ (الاطمینان بالدنیا التبلیغ)

۞ ۞ ۞

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اھم خوشخبری

اللہ کے فضل و کرم اور بانیٔ جامعہ حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ اِس سال سے جامعہ مدنیہ جدید میں دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا۔ اللہ رب العزت کے حضور شکر گزاری کرتے ہوئے اور اُس سے قبولیت کی اُمید رکھتے ہوئے

۱۸ر رجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۴/ اگست ۲۰۰۶ء بروز پیر بعد نمازِ مغرب

تقریب ختمِ بخاری شریف

کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اِس مبارک موقع پر حضرت مولانا سید اَرشد صاحب مدنی دامت برکاتہم صدر جمعیت علمائے ہند و اُستاذ الحدیث دار العلوم دیوبند ہندوستان سے تشریف لا رہے ہیں، قارئین کرام سے شرکت کی درخواست ہے۔

الداعی الی الخیر

سیّد محمود میاں غفرلہٗ و اَراکین و خدام جامعہ مدنیہ جدید

فون : 7726702 - 042

موبائل : 4249301 - 0333 4918443 - 0321

نوٹ : لاہور کے باہر سے تشریف لانے والے حضرات اپنی آمد سے قبل از وقت مطلع فرمائیں۔ شرکت کی خواہش مند خواتین بھی ایک ہفتہ قبل بذریعہ فون اپنی آمد سے آگاہ کریں تاکہ اُن کی تعداد کے مطابق باپردہ جگہ کا انتظام کیا جاسکے۔

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

تین چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا :

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " ثَلٰثٌ لَّا یُفَطِّرْنَ الصَّائِمَ ، اَلْحَجَامَۃُ ، وَالْقَیْئُ ، وَالْاِحْتِلَامُ " (ترمذی ج۱ ص ۱۵۲ مشکٰوۃ ص ۱۷۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تین چیزیں روزہ دار کے روزہ کو نہیں توڑتیں (۱) سینگی لگوانا (۲) (ازخود) قے کا آنا (۳) احتلام ہونا۔

ف : حدیث پاک میں سینگی لگوانے سے روزہ کے نہ ٹوٹنے کا ذکر آیا ہے۔ سینگی لگوانا دَمَوِی اَمراض کے علاج کا ایک طریقہ ہے۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ جس شخص میں فاسد خون بڑھ جاتا ہے اُسے نکالنے کے لیے بدن کے کسی حصہ پر سینگ کا خول خاص طریقہ سے لگا کر منہ سے خون کھینچتے ہیں جو خون اُس خول میں آتا ہے اُسے پھینک دیتے ہیں اِس سے مریض کو شفاء ہو جاتی ہے۔ عربوں میں آج بھی یہ طریقۂ علاج جاری ہے اگرچہ انداز بدل گیا ہے۔ ہمارے ایک دوست بھی اس طریقہ سے علاج کرتے ہیں لیکن وہ سینگ کا خول لگانے کے بجائے بوتل بدن سے چپکا کر اُس سے فاسد خون نکالتے ہیں اس سے مرض میں افاقہ ہو جاتا ہے۔

قیامت کے دن تین چیزیں عرش الٰہی کے نیچے ہوں گی :

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ " ثَلٰثَۃٌ تَحْتَ الْعَرْشِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَلْقُرْاٰنُ یُحَاجُّ الْعِبَادَ لَہٗ ظَھْرٌ وَّبَطْنٌ، وَالْاَمَانَۃُ وَالرَّحِمُ تُنَادِیْ اَلَا مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَہُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَہُ اللّٰہُ "(شرح السنۃ للبغوی بحوالہ مشکٰوۃ ص ۱۸۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : قیامت کے دن تین چیزیں عرش الٰہی کے نیچے ہوں گی۔(ایک) قرآن جو بندوں سے جھگڑے گا، قرآن کے لیے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی (دوسری) امانت (تیسری) رَحم (رشتہ داری) جو پکارے گی کہ خبردار جس نے مجھے جوڑے رکھا اللہ تعالیٰ بھی اُسے جوڑے رکھیں گے اور جس نے مجھے توڑا اللہ تعالیٰ بھی اُسے توڑ دیں گے۔

ف : حدیث پاک میں مذکور تین چیزوں کے قیامت کے دن عرش الٰہی کے نیچے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز اِن تین چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں انتہائی قرب حاصل ہوگا اور اللہ تعالیٰ اِن کے حق کو اور اِن کے ثواب کو جو اِن پر عمل پیرا لوگوں کو ملے گا ضائع نہیں کریں گے۔

قرآن پاک کے بندوں سے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی دُنیاوی زندگی میں قرآن پاک کی تعظیم اور اُس پر عمل نہ کیا ہوگا قرآن کریم قیامت کے روز اُن سے جھگڑے گا یعنی اُن کو اللہ تعالیٰ سے اُس بدعملی کی سزا دِلوائے گا اور جن لوگوں نے اپنی دُنیاوی زندگی میں قرآن پاک کی تعظیم اور اُس پر عمل کیا ہوگا تو قرآن اُن کی طرف سے بھی جھگڑے گا یعنی بارگاہِ خداوندی میں اُن کی طرف سے وکالت اور اُن کی شفاعت کرے گا۔

''قرآن کے لیے ظاہر بھی ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک میں جو احکام وغیرہ بیان کیے گئے ہیں اُن کے معنی بالکل ظاہر اور واضح ہیں جن کو اکثر لوگ سمجھتے ہیں۔ ان میں کسی غور و فکر اور تأمل و تدبر کی ضرورت نہیں، اسی طرح ''قرآن کے لیے باطن بھی ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کے کچھ معنی ایسے ہیں جنہیں سمجھنے کیلیے غور و فکر اور تأمل و تدبر کی ضرورت ہوتی ہے جنہیں ہر شخص نہیں سمجھ سکتا بلکہ خواص اور علماء ہی سمجھتے ہیں۔

امانت کے بارہ میں اس حدیث پاک میں کوئی تفصیل نہیں آئی، اس کے متعلق شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ اِس کا تعلق قرآن سے بھی ہوسکتا ہے، اس صورت میں مطلب ہوگا کہ قرآن پاک کی طرح امانت بھی بندوں سے جھگڑے گی، اور اِس کا تعلق رَحم یعنی رشتہ داری سے بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں مطلب ہوگا کہ رشتہ داری کی طرح امانت بھی پکارے گی۔

ماہِ رجب کے فضائل واحکام

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

ماہِ رجب عظمت وفضیلت والا مہینہ :

رجب کا مہینہ اُن چار مہینوں میں سے ہے جو کہ حرمت، عظمت وفضیلت والے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ "

(سورہ توبہ آیت ۳۶ پ۱۰)

''یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتابِ الٰہی (یعنی احکامِ شرعیہ) میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اورزمین پیدا کیے تھے (اُسی روز سے ، اور) ان میں چار خاص مہینے اَدب کے ہیں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب)، یہی (امرِ مذکور) دین مستقیم ہے (یعنی ان مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا بالتخصیص اَشْهُرِ حُرُم ہونا) سوتم اِن سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے جو کہ موجبِ گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا''۔ (بیان القرآن ملخص)

امام جصاص ؒ نے احکام القرآن میں فرمایا ہے کہ ان میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ (چار) متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اُس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے اِن مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور برے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اُس کو اُن برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، اس لیے ان مہینوں سے فائدہ نہ اُٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۳۷۱ تا ۳۷۳)

جب نبی کریم ﷺ رجب کے مہینے کا چاند دیکھتے تو یہ دُعا فرمایا کرتے تھے :

" اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ "(مشکوۃ ص۱۲۱ باب الجمعة فصل ثالث . مجمع الزوائد ج۲ ص۱۶۵، مسند بزار، طبرانی کبیر ، بیہقی فی شعب الایمان وضعفہٗ)

'' اے اللہ ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرمایئے اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے۔''

یعنی ان مہینوں میں ہماری طاعت وعبادت میں برکت عطا فرما اور ہماری عمر لمبی کرکے رمضان تک پہنچا تاکہ رمضان کے اعمال روزہ اور تراویح وغیرہ کی سعادت حاصل کریں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت ہونے کی دعا فرمائی ہے، تو حضور ﷺ کے اس ارشاد سے رجب اور شعبان کے مہینے کا برکت والا ہونا ظاہر ہوا۔(رسالہ ''شعبان المعظم'' ص۶۷، مرتبہ حافظ تنویر احمد شریفی صاحب الخطاط، مضمون حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ)

رجب کی پہلی رات کی فضیلت :

اور کیونکہ یہ مہینہ مبارک مہینہ ہے، اور حضور ﷺ اس مہینہ کا چاند دیکھ کر برکت کی دعا بھی فرماتے تھے، اسی وجہ سے اس بابرکت مہینہ کی ابتدائی رات کو خاص فضیلت عطا ہوئی اور اِس میں دعا کی قبولیت کی زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے، تاکہ اس بابرکت مہینہ کا آغاز ہی دعاؤں کے ساتھ ہو، اور پھر پورے مہینے اِس دعا کی برکت قائم رہے۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا رد نہیں کی جاتی ، اور وہ جمعہ کی رات ، رجب کی پہلی رات ، نصف شعبان کی رات ، اور عیدین کی دونوں راتیں ہیں''۔(عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۱۷۔بیہقی فی شعب الایمان ج ۲ ص ۱۴۳۔فضائلُ الاوقات ص ۳۱۲ باب فضل العید رقم الحدیث ۱۴۹)

ماہِ رجب میں روزے :

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ رجب کا مہینہ عظمت وشرافت والے مہینوں میں سے ہے جن کو عربی

میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے اور اِن مہینوں میں عبادت واطاعت کی خاص فضیلت اسلام میں اب بھی باقی ہے، اور روزہ بھی عبادت واطاعت میں داخل ہے۔ اس نقطۂ نظر سے اِس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے اور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض احادیث میں ذکر بھی ملتا ہے، نیز بعض محدثین وفقہاءِ کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب ومندوب ہونا ثابت ہے۔

''حضرت عطاء سے مروی ہے کہ حضرت عروہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ رجب کے مہینے میں روزہ رکھتے تھے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بے شک (رکھتے تھے) اور اِس مہینے کو عظمت والا شمار کرتے تھے۔'' **(کنزالعمال ج۸ ص۶۵۷ رقم ۲۴۶۰۱، لطائف لا بن رجب)**

فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

''اور مستحب روزے کئی قسم کے ہیں اوّل محرم کے روزے، دوسرے رجب کے روزے اور تیسرے شعبان اور عاشوراء کے دن کا روزہ۔ **(فتاوٰی ھندیہ ج۱ ص۲۰۲ کتاب الصوم قبیل الباب الرابع)**

۲۲ر رجب کے کونڈے :

آج کل رجب کے مہینے میں ۲۲ر تاریخ کو بڑی دھوم دھام کے ساتھ جو رسم انجام دی جاتی ہے وہ کونڈوں کی رسم ہے، اور اس کی نسبت حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف کی جاتی ہے، اور کونڈوں کے متعلق مختلف گھڑی ہوئی داستانیں اور واقعات بھی چھاپ کر لوگوں میں عام کیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے کونڈوں کی اِس رسم کو انجام دینے کا حکم فرمایا تھا اور اِس رسم کو انجام دینے والے کی منت پوری کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ حالانکہ یہ بے پر کی باتیں سراسر جھوٹ ہیں اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ پر سخت تہمت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی فاتحہ دلا کر منت پوری کرنے کی یوں ذمہ داری لی ہو۔ آپ کا دامن ایسی لغو باتوں سے پاک ہے، اور دینی علوم کی بصیرت میں ان کا بلند مقام ہے۔

کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت :

اب کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت بزرگانِ دین کی تحقیق کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

> کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہلِ سنت والجماعت میں محض بے اصل ، خلافِ شرع اور بدعتِ ممنوعہ ہے کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸؍رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے؟ اور اس تاریخ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔ (دیکھو تاریخ طبرانی ذکرِ وفاتِ معاویہؓ) اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت امام جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کیا گیا ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی، اہلِ سنت والجماعت کا غلبہ تھا، اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطورِ حصہ اعلانیہ نہ تقسیم کی جائے، تاکہ راز فاش نہ ہو، بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے یہاں جا کر اُسی جگہ یہ شرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ جب کچھ اس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت امام موصوف پر لگائی کہ انہوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ لہٰذا برادرانِ اہلِ سنت کو اِس رسم سے بہت دور رہنا چاہیے، نہ خود اس رسم کو بجالائیں اور نہ اس میں شرکت کریں۔
>
> (فتاوٰی محمودیہ ج ۱ ص ۲۲۰ تا ۲۲۱)

ایصالِ ثواب جس کو چاہے، جب چاہے بلا کسی التزامِ تاریخ ومہینہ وغیرہ کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں

بلکہ بہت بہتر ہے، لیکن کونڈہ کرنا جیسا کہ رواج ہے بے اصل اور بدعت ہے۔(ایضاً ج ۱ ص ۱۸۴)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

کونڈوں کی مروج رسم دشمنانِ صحابہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہارِ مسرت کے لیے ایجاد کی ہے۔۲۲ر رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے (طبری۔استیعاب) ۲۲ر رجب کو حضرت جعفر صادقؒ سے کوئی تعلق نہیں نہ اِس میں اُن کی ولادت ہوئی نہ وفات۔حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی ولادت ۸ر رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ کی ہے اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف سے منسوب کیا جاتا ہے ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی شیعہ مسلمانوں سے مغلوب وخائف تھے، اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی اعلانیہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاں جا کر اُسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اِس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔جب اِس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرکے یہ تہمت ان پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کرکے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔(احسن الفتاوٰی ج ۱ ص ۳۶۸)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں :

اس سے بھی زیادہ آج کل معاشرے میں فرض وواجب کے درجہ میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کونڈے ہیں، اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کیے تو وہ (گویا کہ) مسلمان ہی نہیں نماز پڑھے یا نہ پڑھے، روزے رکھے یا نہ رکھے، گناہوں سے بچے یا نہ بچے، لیکن کونڈے ضرور کرے۔

اور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اُس پر لعنت اور ملامت کی جاتی ہے، خدا جانے یہ کونڈے کہاں سے نکل آئے؟ نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، نہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے، نہ تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور نہ بزرگانِ دینؒ سے، کہیں سے اِس کی کوئی اصل ثابت نہیں اور اِس کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں دین کا کوئی دوسرا کام ہو یا نہ ہو لیکن کونڈے ضرور ہوں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اِس میں ذرا مزہ اور لذت آتی ہے، اور ہماری قوم لذت اور مزہ کی خوگر ہے، کوئی میلہ ٹھیلہ ہونا چاہیے اور کوئی حظِّ نفس (نفس کا مزہ) کا سامان ہونا چاہیے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ جناب! پوریاں پک رہی ہیں، حلوہ پک رہا ہے اور اِدھر سے اُدھر جارہی ہیں، اور اُدھر سے اِدھر آرہی ہیں اور ایک میلہ لگا ہوا ہے، تو چونکہ یہ بڑے مزے کا کام ہے، اس واسطے شیطان نے اس میں مشغول کردیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو، وہ کوئی ضروری نہیں، مگر یہ کام ضرور ہونا چاہیے۔ بھائی! ان چیزوں نے ہماری اُمت کو خرافات میں مبتلا کردیا ہے ۔

حقیقت روایات میں کھوگئی   یہ اُمت خرافات میں کھوگئی

اس قسم کی چیزوں کو لازمی سمجھ لیا گیا اور حقیقی چیزیں پس پشت ڈال دی گئیں، اس کے بارے میں رفتہ رفتہ اپنے بھائیوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ بہت سے لوگ صرف ناواقفیت کی وجہ سے کرتے ہیں، ان کے دلوں میں کوئی عناد نہیں ہوتا، لیکن دین سے واقف نہیں، ان بیچاروں کو اِس کے بارے میں پتہ نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عیدالضحیٰ کے موقع پر قربانی ہوتی ہے اور گوشت اِدھر سے اُدھر جاتا ہے، یہ بھی قربانی کی طرح کوئی ضروری چیز ہوگی، اور قرآن وحدیث سے اِس کا بھی کوئی ثبوت ہوگا، اس لیے ایسے لوگوں کو محبت، پیار اور شفقت سے سمجھایا جائے اور ایسی تقریبات میں خود شریک ہونے سے پرہیز کیا جائے''۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۴، ۵۵)

گزشتہ تفصیل سے دلائل کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ ۲۲ /رجب کے کونڈے کرنا شرعاً جائز نہیں، ان میں

شرکت کرنا اور کسی طرح سے لوگوں کو ترغیب دینا بھی گناہ ہے۔ اگر یہی مال جو کونڈوں کی رسم میں خرچ کیا جاتا ہے کسی صحیح دینی مصرف میں لگایا جائے تو دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

۲۷ر رجب کے منکرات اور رسمیں :

آج کل رجب کی ۲۷ر تاریخ میں بے شمار ایسی چیزیں ہونے لگی ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ بہت سی چیزیں شرعاً گناہ ہیں۔ پنجاب میں شبِ معراج شریف ستائیسویں رجب کو منائی جاتی ہے، دِن کو حلوہ لچی پکایا جاتا ہے، رنگین کاغذوں کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، رات کو آتش بازی چلائی جاتی ہے اور مٹی کی چھوٹی چھوٹی رکابیوں پر رنگین کاغذ منڈھے جاتے ہیں جن میں چراغ رکھ کر رات کو درودیوار پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ پنجابی میں اس رسم کو ''کول جلانا'' کہتے ہیں۔ جو شخص ان رسموں کی مخالفت کرے اُسے ''وہابی'' کا لقب دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عموماً ائمۂ مساجد جاہلوں کی اس گالی سے ڈر کر اُن کی مخالفت نہیں کرتے حالانکہ پہلی رسم کو عبادت سمجھنا بالکل فضول ہے دوسری، تیسری اور چوتھی میں تبذیر اور اسراف پایا جاتا ہے، جو شرعاً حرام ہے (خطباتِ حضرت لاہوری رحمہ اللہ ج ۱ ص ۱۷۹) اور اس قسم کی چیزیں زیادہ تر اس بنیاد پر انجام دی جارہی ہیں کہ ۲۷ر رجب کے بارے میں مشہور ہوگیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی معراج کی تاریخ ہے۔ اور عوام میں رجب کے مہینے کی ستائیسویں رات ہی کو قطعی اور حتمی طور پر شبِ معراج سمجھا جاتا ہے۔

۲۷ر رجب اور شبِ معراج :

حالانکہ شبِ معراج کی تاریخوں، مہینوں بلکہ سالوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ شبِ معراج کے مہینے کے بارے میں مختلف قول پائے جاتے ہیں : (۱) بعض کے نزدیک شبِ معراج ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی (۲) بعض کے نزدیک ربیع الآخر کے مہینے میں ہوئی (۳) بعض کے نزدیک رجب کے مہینے میں ہوئی (۴) بعض کے نزدیک رمضان کے مہینے میں ہوئی (۵) بعض کے نزدیک شوال کے مہینے میں ہوئی۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی معرکۃ الآراء تفسیر ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں :

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ معراج کی تاریخ میں روایات بہت مختلف ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرتِ مدینہ سے چھ ماہ قبل پیش آیا اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کی وفات نمازوں کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے ہو چکی تھی۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کی وفات کا واقعہ بعثت نبوی کے سات سال بعد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ واقعہ معراج بعثت نبوی سے پانچ سال بعد میں ہوا ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ واقعہ معراج اُس وقت پیش آیا جبکہ اسلام عام قبائل عرب میں پھیل چکا تھا۔ اِن تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ واقعہ معراج ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے کا ہے۔ حربی کہتے ہیں کہ واقعۂ اسراء و معراج ربیع الثانی کی ستائیسویں شب میں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے۔ اور ابن قاسم ذہبی کہتے ہیں کہ بعثت سے اٹھارہ مہینے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ حضرات محدثین نے روایاتِ مختلفہ ذکر کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کن چیز نہیں لکھی اور مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ماہ رجب کی ستائیسویں شب، شبِ معراج ہے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم (معارف القرآن ج ۵ ص ۴۴۲ و ۴۴۳)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں :

۲۷ر رجب کی شب کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ یہ شبِ معراج ہے، اور اس شب کو بھی اِسی طرح گزرانا چاہیے جس طرح شبِ قدر گزاری جاتی ہے، اور جو فضیلت شب قدر کی ہے، کم و بیش شب معراج کی بھی وہی فضیلت سمجھی جاتی ہے، بلکہ میں نے تو ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''شبِ معراج کی فضیلت شب قدر سے بھی زیادہ ہے'' اور پھر اِس رات میں لوگوں نے نمازوں کے بھی خاص خاص طریقے مشہور کر دیئے کہ اِس رات میں اتنی رکعات پڑھی جائیں، اور ہر رکعت میں فلاں فلاں خاص سورتیں پڑھی جائیں۔ خدا جانے کیا کیا تفصیلات اس نماز کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہو گئیں۔ خوب سمجھ لیجیے! یہ سب بے اصل باتیں ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل اور کوئی بنیاد نہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ۲۷؍رجب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے کیونکہ اس باب میں مختلف روایتیں ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ربیع الاول کے مہینے میں تشریف لے گئے تھے، بعض روایتوں میں رجب کا ذکر ہے، اور بعض روایتوں میں کوئی اور مہینہ بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کون سی رات صحیح معنٰی میں معراج کی رات تھی جس میں آنحضرت ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ اس سے آپ خود اندازہ کرلیں کہ اگر شبِ معراج بھی شبِ قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی اور اس کے بارے میں کوئی خاص احکام ہوتے جس طرح شبِ قدر کے بارے میں ہیں تو اِس کی تاریخ اور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ شبِ معراج کی تاریخ محفوظ نہیں تو اب یقینی طور سے ۲۷؍رجب کو شبِ معراج قرار دینا درست نہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ آپ ﷺ ۲۷؍رجب ہی کو معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے جس میں یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا اور جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ مقامِ قرب عطا فرمایا، اور اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا، اور اُمت کے لیے نمازوں کا تحفہ بھیجا، تو بے شک وہی ایک رات بڑی فضیلت والی تھی۔ کسی مسلمان کو اس کی فضیلت میں کیا شبہہ ہوسکتا ہے؟ لیکن یہ فضیلت ہر سال آنے والی ۲۷؍رجب کی شب کو حاصل نہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ (بعض روایتوں کے پیشِ نظر۔ ناقل) یہ واقعۂ معراج سن ۵؍نبوی میں پیش آیا۔ یعنی حضور ﷺ کے نبی بننے کے پانچویں سال یہ شب معراج پیش آئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ۱۸؍سال تک آپ دنیا میں تشریف فرما رہے لیکن اِن اٹھارہ سال کے دوران یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے شبِ معراج کے بارے میں کوئی خاص حکم دیا ہو، یا اِس کو منانے کا اہتمام فرمایا ہو، یا اِس کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ اِس رات میں شبِ قدر کی طرح جاگنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ نہ تو

آپ کا ایسا کوئی ارشاد ثابت ہے، اور نہ آپ کے زمانے میں اس رات میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے، نہ خود حضور ﷺ جاگے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِس کی تاکید فرمائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے طور پر اس کا اہتمام فرمایا۔ پھر سرکارِ دوعالم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد (تقریباً) سو سال تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا میں موجود رہے، اِس پوری صدی میں کوئی ایک واقعہ ثابت نہیں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ۲۷رجب کو خاص اہتمام کر کے منایا ہو۔ لہٰذا جو چیز حضور اقدس ﷺ نے نہیں کی اور جو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کی، اُس کو دین کا حصہ قرار دینا یا اُس کو سنت قرار دینا یا اُس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (معاذ اللہ) حضور ﷺ سے زیادہ جانتا ہوں کہ کونسی رات زیادہ فضیلت والی ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے، اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اِس کو کروں گا تو اُس کے برابر کوئی احمق نہیں۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۴۸ تا ۵۱)

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ دین کو سب سے زیادہ جاننے والے دین کو خوب سمجھنے والے اور دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ان سے زیادہ دین کو جانتا ہوں، یا اُن سے زیادہ دین کو ذوق رکھتا ہوں، یا اُن سے زیادہ عبادت گزار ہوں تو حقیقت میں وہ شخص پاگل ہے، وہ دین کی فہم نہیں رکھتا۔ لہٰذا اِس رات میں عبادت کے لیے خاص اہتمام کرنا بدعت ہے۔ یوں تو ہر رات میں اللہ تعالیٰ جس عبادت کی توفیق دے دیں وہ بہتر ہی بہتر ہے۔ لہٰذا آج کی رات بھی جاگ لیں، کل کی رات بھی جاگ لیں، اسی طرح ستائیسویں رات کو بھی جاگ لیں، لیکن اس رات میں اور دوسری راتوں میں کوئی فرق اور کوئی نمایاں امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۱، ۵۲)

قسط : ۲

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے مقلدین کے بارے میں غیر مقلدین (نام نہاد اہلِ حدیثوں) کا نقطہ نظر

﴿ جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب ﴾

اب آپ کے سامنے چند حوالہ جات نواب صدیق الحسن بھوپالی کی کتاب ''ترجمان وہابیہ'' سے پیش کرتا ہوں، چونکہ وہ پہلے دور کے غیر مقلدین میں سے ہیں اِس لیے اُن کی زبان میں وہ چاشنی تو نہیں جو پروفیسر صاحب کی زبان میں ہے۔ اُن کی درج ذیل عبارات سے ایک تو یہ بات واضح ہوگی کہ موجودہ غیر مقلدین جو اپنے آپ کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ہم مسلک و ہم مشرب بنا کر سعودی حکومت کو لُوٹ رہے ہیں، اُن کا یہ دعویٰ نواب صاحب کے نزدیک باطل ہے۔ وہ اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ کسی قسم کا رشتہ قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور صاف طور پر کہتے ہیں کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی بات مانتے ہیں، ہمارا تعلق جب ائمہ کبار میں سے کسی کے ساتھ نہیں ہے تو عبدالوہاب نجدی کے ساتھ کیسے ہوسکتا ہے، کیونکہ محمد بن عبدالوہاب حنبلی تھے۔ اِن عبارات سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم غیر مقلدین ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کو اپنا امام نہیں مانتے خواہ وہ امام ابوحنیفہؒ ہوں، امام شافعیؒ ہوں، امام مالکؒ ہوں یا امام احمد بن حنبلؒ ہوں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن و حدیث کی پیروی کرتے ہیں۔ گویا دین کی چار حجتوں میں سے صرف دو حجتوں کو تسلیم کرتے ہیں جبکہ جمہور ائمہ مجتہدین کے نزدیک دین میں چار چیزیں بالترتیب حجت ہیں: قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔ چنانچہ نواب صاحب اپنی مذکورہ بالا کتاب میں تحریر فرماتے ہیں :

''اور حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ جو ایک خدا کے ماننے والے ہیں، اُن کو وہابی کہنا ایسا برا لگتا ہے جیسے گالی دینا۔ اور ہم ایک خدا کو ماننے والے اور ایک نبی برحق کے چال چلنے والے اپنے تئیں کسی اگلے بڑے اماموں کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ نہ اپنے تئیں حنفی اور شافعی

کہتے ہیں اور نہ حنبلی اور مالکی کہنے سے راضی ہوتے ہیں۔ پھر محمد بن عبدالوہاب کے پیچھے چلنے اور اُن کے طریقہ میں اپنے تئیں داخل کرنے پر کب راضی ہوں گے''۔(ترجمانِ وہابیہ صفحہ 19)

اِس عبارت میں ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کی تقلید نہ کرنے اور محمد بن عبدالوہاب سے کسی قسم کا تعلق نہ ہونے کا واضح اور بین ثبوت موجود ہے جبکہ موجودہ سلفی کہلانے والے غیر مقلدین اس تعلق کا برملا اظہار کرتے ہیں۔

اِسی کتاب میں نواب بھوپالی آگے جا کر لکھتے ہیں :

''ہم لوگ ایک خدا کے پوجنے والے، ایک پیغمبر برحق کے چال وچلن پر چلنے والے، حنفیہ اور شافعیہ کی تقلید کو پسند نہیں کرتے۔ اسی طرح مالکیہ اور حنبلیہ کی تقلید سے خورسند نہیں ہوتے، پس اس صورت میں تہمت وہابیت کی ہرگز ہمارے اُوپر ٹھیک اور دُرست نہیں ہوسکتی''۔

نواب صاحب کی یہ عبارت بھی مندرجہ بالا دونوں باتوں کی حامل ہے یعنی عدم تقلید اور اظہار براءت از محمد بن عبدالوہاب نجدی۔نواب صاحب اسی کتاب میں رقمطراز ہیں :

''پھر باوجود نہ ہونے کسی علاقہ کے اُن کو محمد بن عبدالوہاب کی طرف منسوب کرنا عجب طرح کا افتراء ہے۔ اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ تو صرف کتاب وسنت کی دلیلوں کو اپنا دستورالعمل ٹھہراتے ہیں اور اگلے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔ پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کی طرف کہ وہ بھی ایک مذہب خاص حنبلی کی طرف منسوب تھا، اُس کے ساتھ اپنی نسبت ظاہر کریں اور اُس کی طرف منسوب ہونے سے مسرور ومحظوظ ہوں''۔(ترجمانِ وہابیہ ص ۲۰)

نواب صاحب کی یہ عبارت بھی مذکورہ بالا دونوں اُمور پر مشتمل ہے بلکہ یہاں پر تقلید کرنے کو باعث عار قرار دیا ہے۔ اور محمد بن عبدالوہاب سے ہر قسم کی نسبت اور تعلق سے انکار کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نواب صاحب کی ریاست انگریزی حکومت کے تحت تھی اور انگریز وہابی تحریک کے خلاف تھا تو نواب صاحب محمد بن

عبدالوہاب کے ساتھ کسی قسم کی نسبت کا اظہار کر کے اپنی ریاست کھونا نہیں چاہتے تھے۔ یہی عقلمندی کا تقاضہ تھا اور وہ اِس میں کامیاب رہے۔ اور آج کے سلفی کہلانے والے غیر مقلدین سعودی عرب سے ریال لینے کی خاطر اپنے آپ کو محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ جوڑتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی اِس مہم میں خوب کامیاب ہیں اور خاصا مال بنا رہے ہیں وَمَالَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ .

قارئین گرامی! ''ترجمان وہابیہ'' کے حوالہ جات کے بعد اب غیر مقلدین کے ایک بہت مشہور عالم، جو بہت سی کتابوں کے مؤلف بھی تھے جن کا نام نامی ''مولانا محمد جوناگڑھی'' ہے، یہ انتہائی متعصب غیر مقلد تھے۔ غیر مقلدیت کے فروغ کے لیے اُنہوں نے بہت کام کیا۔ میرے خیال میں آج کل کے غیر مقلدین جب اپنی نسبت محمدی بتلاتے ہیں تو مراد محمد جوناگڑھی سے نسبت ہوتی ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا دین پھیلانے والوں اور دین کے پوشیدہ مسائل کو اجتہاد کے ذریعے عوام کے لیے ظاہر کرنے والے ائمہ مجتہدین سے اِن کو خدا واسطے کا بیر ہے۔ نیز صحابہ کرامؓ کے اجماع کو یہ حجت نہیں مانتے۔ جب صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدینؒ سے اِن کو عناد ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ سے اِن کا تعلق کیسے ہوسکتا ہے۔ ہاں محمد جوناگڑھی کی باتوں کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف منسوب کرنے میں یہ لوگ ماہر ہیں۔ محمد جوناگڑھی کی ذات غیر مقلدین کے ہاں حجت ہے۔ بالفاظ دیگر آج کے غیر مقلدین حقیقت میں محمد جوناگڑھی کے مقلد ہیں اور اپنی نسبت اُسی کی طرف کرتے ہیں۔

آج کل برصغیر پاک و ہند کے حجاج کرام کو سعودی حکومت اُردو زبان کی ایک تفسیر تحفۃً دیتی ہے وہ بھی محمد جوناگڑھی کی لکھی ہوئی ہے۔ چونکہ سعودی علماء و حکام کو پاک و ہند کے غیر مقلدین نے گھیرا ہوا ہے اور وہ مقلدین خصوصاً احناف کے خلاف اُن کے کان بھرتے رہتے ہیں اس لیے سعودی علماء اُن کو اپنا ہمنوا سمجھ کر اُن کی باتیں مانتے ہیں حالانکہ اگر سعودی علماء کو پتہ چل جائے کہ یہاں پر سلفی کہلانے والے لوگ سلف صالحین سے بدگمانی رکھتے ہیں اور ائمہ کی تقلید کو شرک کہتے ہیں تو کبھی اِن کو منہ نہ لگائیں۔ کیونکہ سعودی حکومت کا سرکاری مذہب ''فقہ حنبلی'' ہے اور یہ سلفی کہلانے والے جہاں احناف کو مشرک کہتے ہیں وہاں شوافع، موالک اور حنابلہ کو بھی مشرک ہی سمجھتے ہیں۔ ہاں سعودی عرب میں اِس کا اظہار کرنے سے ڈرتے ہیں کیونکہ اِس طرح ملک بدری ہوگی اور ریالوں کی کمائی ختم ہوجائے گی۔ کاش سعودی حکام کو کوئی اِن لوگوں کی حقیقت سے آگاہ کردے تو پھر کم از کم تفسیر کے نام پر ہمارے حجاج کو جو کتاب دی جاتی ہے وہ اِس عطیہ سے بچ جائیں گے۔

یہ ہمارا اَلمیہ ہے کہ نہ ہماری حکومت اس سلسلہ میں سعودی حکام کو مطلع کرتی ہے کہ ہمارے ۹۵ فیصد حاجی حنفی مذہب کے حامل ہوتے ہیں۔ اگر سعودی حکومت اُنہیں کوئی تحفہ دینا چاہتی ہے تو سادہ قرآن پاک دے دے یا کسی حنفی عالم کی تفسیر دے۔ محمد جونا گڑھی کی تفسیر دے کر وہ ہمارے حجاج کی کوئی خدمت نہیں کرتے بلکہ بہت سے حجاج کو مخمصے میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ مذکورہ بالا تفسیر کے پہلے صفحہ پر ہی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں یوں لکھا ہے :

> ''اس حدیث میں '' مَنْ '' کا لفظ عام ہے جو ہر نمازی کو شامل ہے۔ منفرد ہو یا امام یا امام کے پیچھے مقتدی، سری نماز ہو یا جہری، فرض نماز ہو یا نفل، ہر نماز کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے''۔

قراءتِ خلف الامام کا یہ مسئلہ احناف کے نزدیک بالکل غلط ہے کیونکہ ہمارے نزدیک امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہوتی ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے '' مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَ ۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَ ۃٌ '' (ترمذی، مؤطا امام محمدؒ، مؤطا امام مالکؒ) یعنی جس کا امام ہو تو امام کی قراءت اُس کی قراءت ہے اس لیے ہمارے نزدیک حدیث '' لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ'' کا مصداق صرف امام اور منفرد ہیں۔ مقتدی کے لیے مذکورہ بالا روایت ہے یعنی امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اب ہمارے حجاج کرام کو جب ایسی تفسیر دی جائے گی تو وہ اُلجھن کا شکار ہی ہوں گے۔ دوسرے ائمہ کرامؒ کے نزدیک بھی اگر امام کے پیچھے مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لے تو اُس کا جواز ہے۔ کوئی امام بھی مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری قرار نہیں دیتا جیسا کہ اِس تفسیر میں لکھا گیا ہے۔ بہر حال مولانا محمد جونا گڑھی کا تعارف طول پکڑ گیا۔ اب تقلید اور مقلدین کے متعلق مولانا جونا گڑھی کیا فرماتے ہیں؟ اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

مولانا جونا گڑھی نے مسئلہ تقلید پر ایک کتاب بنام ''طریق محمدی'' لکھی ہے۔ اُس میں تحریر فرماتے ہیں :

> ''الغرض اتباع رسول کو پرے پھینکنے کا آلہ جو ہر زمانے کے مخالف رسول لوگ اپنے کام میں لاتے رہے یہی تقلید ہے۔ اگر تقلید کی مذمت میں صرف یہی آیتیں ہوتیں جب بھی اس کی بدترین حرمت کے لیے کافی تھیں بلکہ یہ وہ چیز ہے جو اصل اسلام سے دُنیا کو روکتی ہے۔''(طریق محمدی صفحہ ۲۵)

اس عبارت کے ذریعے جوناگڑھی صاحب نے تمام مقلدین کو اتباع رسول کا منکر قرار دیا ہے۔ حالانکہ اتباع رسول کے بغیر ایمان نامکمل رہتا ہے۔ نیز آپ نے واضح طور پر حرمت تقلید کا فتوٰی دے دیا ہے۔ گویا تمام مقلدین ائمہ کرام ؒ کی تقلید کر کے حرام کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اِسی کتاب میں ایک جگہ مولانا یوں رقمطراز ہیں :

''الغرض جس طرح باپ دادوں کی تقلید موجب ِگمراہی ہے اسی طرح سادات بزرگوں کی اور اِسی طرح علماء کرام اور اللہ والوں کی بھی۔ وہ بزرگ گو حق پر ہوں اور راہِ یافتہ ہوں لیکن اُن کی تقلید موجبِ ضلالت رہے گی اِس لیے کہ وہ خود مقلد نہ تھے محقق تھے۔'' (طریق محمدی صفحہ ۲۶)

اِسے کہتے ہیں تعصب اور ضد کی پٹی آنکھوں پر باندھ لینا۔ جبکہ قرآن پاک نیک لوگوں کی پیروی کا حکم دیتا ہے۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے ''وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ'' اُس شخص کے راستے کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کرنے والا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں منعم علیہم کے راستہ پر چلنے کی دُعا مانگنے کا حکم ہے جن میں صالحین بھی شامل ہیں لیکن مولانا نے حق والے راہ یافتہ لوگوں کی اتباع کو بھی حرام قرار دے دیا ہے۔ دُعاء ہے اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اُتار دے۔

مولانا جوناگڑھی آگے چل کر یوں فرماتے ہیں :

''دوستو! اللہ کے رسول کی اس صاف پیشگوئی اور لوگوں کی قیاسی باتوں کی تقلید کی کھلی مذمت کے بعد بھی کوئی مسلمان ایسا ہے کہ تقلید کو گلے سے چمٹائے رکھے اور ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگائے اور پھر خوش رہے''۔ (طریق محمدی صفحہ ۳۰)

اندازہ کیجیے کہ مولانا کے فرمان کے مطابق جو تقلید کرتا ہے وہ ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا کر خوش رہتا ہے دوسرے لفظوں میں مقلد کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں، مولانا اسی کتاب کے صفحہ ۳۲ پر یوں گوہر اَفشانی کرتے ہیں:

''پھر جو شخص باوجود حدیثِ نبوی کے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی، امام مالک، امام احمد کے اقوال کو نہ صرف تلاش کرے بلکہ اُن کا ماننا فرض و واجب سمجھے کیا وہ مسلمان رہ سکتا ہے؟''

اصل بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کو حدیث اور سنت کے فرق کا علم نہیں ہے اس لیے کہ ایک باب میں اگر

دس حدیثیں ہیں تو اُن میں سے جو اُن کے دل کو اچھی لگے خواہ جمہور اُمت کے تعامل کے خلاف ہو اُسے لے لیتے ہیں اور باقی تمام احادیث کی تضعیف وغیرہ کر دیتے ہیں اور اُن پر عمل نہیں کرتے۔ جبکہ ہمارے امام صاحب باب کی تمام احادیث کو سامنے رکھ کر دیکھتے تھے کہ اُن میں سنت کونسی حدیث ہے پھر اُس حدیث پر عمل کرنے کا فتویٰ دیتے تھے۔ آپ نے چونکہ صحابہ کرامؓ کی زیارت کی تھی، اُن سے روایات لی تھیں، اُنہیں نماز پڑھتے دیکھا تھا اس لیے مختلف احادیث میں سے سنت کا تلاش کرنا آپ کے لیے بہت آسان تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے کہیں نہیں فرمایا کہ میری حدیث پر عمل کرو، جہاں بھی فرمایا سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا، اس لیے ہر حدیث سنت نہیں۔ سنت وہ طریقہ ہے جسے صحابہ کرامؓ نے مستقل طور پر اپنا لیا۔ تمام کتبِ احادیث میں یہ حدیث ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا لیکن یہ صرف حدیث ہے سنت نہیں، بلکہ سنت یہ ہے کہ بیٹھ کر پیشاب کیا جائے۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے جوتے پہن کر نماز پڑھی یہ صرف حدیث ہے لیکن سنت یہ ہے کہ جوتے اُتار کر نماز پڑھی جائے۔ الغرض ان غیر مقلدوں کو اگر ''حدیث'' اور ''سنت'' کا فرق معلوم ہو جائے تو شاید بے عقلی کی باتیں چھوڑ دیں۔

مولانا جونا گڑھی صاحب ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :

''پس تقلید اُمر حق کے احقاق سے روکنے والی چیز ہے اور جو چیز انسان کو حق سے اور تحقیق حق سے روکے وہ خود غیر پسند، نامرضیہ اور باطل چیز ہے۔'' (طریق محمدی صفحہ ۳۹)

بہر حال یہ عبارت بھی حسب سابق تقلید کے خلاف اُن کے حسد و بغض پر دلالت کرتی ہے۔ وہ اپنی چھوٹی سی جماعت کو حق پر اور باقی تمام مقلد مسلمانوں کو باطل پر سمجھتے ہیں لیکن ہمیں دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے۔ بقول شاعر

وَاِذَا اَتَتْكَ مَذَمَّتِىْ مِنْ نَّاقِصٍ فَهِىَ الشَّهَادَةُ لِىْ بِاَنِّىْ كَامِلٌ

یعنی جب کوئی غیر مقلد مقلدین کی برائی کرتا ہے تو یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ مقلدین کامل دین کے پیروکار ہیں۔ (جاری ہے)

دینی مسائل

﴿ نکاح کا بیان ﴾

نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ دین اور دُنیا دونوں کے کام اِس سے دُرست ہو جاتے ہیں۔ آدمی گناہ سے بچتا ہے، دل ٹھکانے ہو جاتا ہے، نیت خراب اور ڈانواں ڈول نہیں ہونے پاتی۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ فائدہ کا فائدہ اور ثواب کا ثواب کیونکہ میاں بیوی کا اللہ کا حکم سمجھ کر پاس بیٹھ کر محبت پیار کی باتیں کرنا، ہنسی دل لگی میں دل بہلانا نفلی نمازوں سے بھی بہتر ہے۔

نکاح کرنے کا حکم :

1۔ فرض : جب طلبِ نکاح اتنی شدید ہو کہ یقین ہو جائے کہ اگر نکاح نہ کیا تو زنا میں ضرور مبتلا ہو جائے گا۔

2۔ واجب : جب طلب اتنی بڑھ جائے کہ یا تو زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا حرام نظر سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے گا یا مشت زنی اور جلق سے اپنے آپ کو نہ روک سکے گا۔

3۔ سنتِ مؤکدہ : جب حالت اعتدال ہو اور جماع اور مہر اور نفقہ پر قدرت ہو۔

4۔ مکروہ تحریمی : جب یہ خوف ہو کہ وہ بیوی پر زیادتی اور اُس کی حق تلفی سے نہ بچ سکے گا۔

5۔ حرام : جب یقین ہو کہ وہ بیوی پر ضرور ظلم و زیادتی کرے گا۔

تنبیہ : کسی جوان میں خواہش کی شدت ہو لیکن اُس کے پاس مہر و نفقہ کا بندوست نہ ہو تو اُس کو چاہیے کہ بندوبست ہونے تک کثرت سے روزے رکھے۔ اِس سے خواہش کا زور ٹوٹے گا۔

عقدِ نکاح :

نکاح فقط دو لفظ سے بندھ جاتا ہے۔ اِن میں سے پہلے کو'' ایجاب'' کہتے ہیں اور دوسرے کو ''قبول'' کہتے ہیں۔ مثلاً کسی نے زید سے گواہوں کے سامنے کہا میں نے اپنی لڑکی قدسیہ کا نکاح تمہارے ساتھ کیا تو یہ اِیجاب ہوا۔ زید نے اِس مجلس میں کہا میں نے قبول کیا تو یہ قبول ہوا۔ بس ان دو لفظوں سے نکاح بندھ گیا اور دونوں میاں بیوی ہو گئے۔

مسئلہ : ایجاب اور قبول کے الفاظ یا تو دونوں ماضی کے ہوں جیسا کہ مثال میں ذکر ہے یا اُن میں سے ایک اَمر ہو یا حال ہو اور دوسرا ماضی کا ہو۔ ایک امر ہو اور دوسرا ماضی، اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے کہا اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کردو۔ اُس نے کہا میں نے اُس کا نکاح تمہارے ساتھ کردیا تو نکاح ہوگیا چاہے پھر وہ یوں کہے کہ میں نے قبول کیا یا نہ کہے بہرحال نکاح ہوگیا۔ ایک حال ہو اور دوسرا ماضی ہو، اِس کی مثال یہ ہے کسی نے کہا میں اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کرتا ہوں اُس نے کہا میں نے قبول کیا۔

مسئلہ : کسی نے گواہوں کے سامنے کہا میں نے اپنی لڑکی قدسیہ کا نکاح تمہارے ساتھ پانچ ہزار مہر کے عوض کیا۔ اُس نے پانچ ہزار روپے اُسی وقت دے دیے لیکن زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کیا تو اُس سے نکاح نہیں ہوا۔

مسئلہ : مرد نے عورت کو پیغامِ نکاح کی تحریر بھیجی جس میں ہو کہ میں نے تم سے نکاح کیا یا میں تم سے نکاح کرتا ہوں۔ تحریر ملنے پر عورت نے کچھ لوگوں کو گواہ بنا کر اُن کے سامنے تحریر پڑھی اور کہا میں نے اِس مرد کے ساتھ اپنا نکاح کیا یا عورت نے گواہوں سے کہا کہ فلاں نے مجھے پیغامِ نکاح کی تحریر بھیجی ہے تو تم گواہ رہو کہ میں نے اُس کے ساتھ اپنا نکاح کرلیا۔ اِس سے نکاح ہوگیا۔

مسئلہ : مرد نے عورت کو لکھ کر بھیجا میں نے تمہارے ساتھ نکاح کیا۔ عورت نے جواب میں تحریر لکھ کر بھیجی کہ میں نے قبول کیا تو اِس سے نکاح نہیں ہوا۔ یہی حکم اُس وقت ہے جب مرد و عورت دونوں ایک مجلس میں موجود ہوں اور وہ اِس طرح محض لکھ کر ایجاب و قبول کریں کیونکہ دونوں طرف سے محض کتابت کافی نہیں۔

اِسی طرح اگر مرد کی تحریر کے جواب میں عورت اگر زبان سے ہی کہہ دے کہ میں نے قبول کیا تب بھی نکاح نہیں ہوگا۔ تحریر سے نکاح ہونے کا طریقہ وہ ہے جو اُوپر والے مسئلے میں بیان ہوا۔

مسئلہ : نکاح اور شادی کے علاوہ ایسے الفاظ سے ایجاب کیا جائے جن میں کسی شے کو فی الحال دوسرے کی ملکیت میں دینے کا معنی پایا جاتا ہے مثلاً ہبہ، ہدیہ، عطیہ، صدقہ، قرض اور خرید و فروخت وغیرہ تو اگر قرینہ موجود ہو مثلاً مہر کا ذکر ہو اور یوں کہا ہو میں نے تمہیں اپنی لڑکی ایک ہزار روپے مہر کے عوض ہبہ کی یا فروخت کی یا گواہوں کو اپنی مراد سمجھادی کہ ہبہ سے میری مراد نکاح ہے تو نکاح ہوجائے گا۔ رہے وہ الفاظ جن میں فی الحال تملیک کا معنی نہیں ہوتا جیسے اِجارہ پر دینا یا رہن رکھنا تو ایسے الفاظ سے نکاح نہیں ہوتا۔

مسئلہ : گونگے کا اگر اِیجاب یا قبول کے لیے کوئی خاص اشارہ ہو تو وہ اشارہ کرنا کافی ہے اور اس سے نکاح ہو جاتا ہے۔

مسئلہ : اگر مرد بھی بالغ ہے اور عورت بھی بالغ ہے تو وہ دونوں اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں۔ دو گواہوں کے سامنے ایک کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا دوسرا کہے میں نے قبول کیا بس نکاح ہو گیا۔

نکاح ہونے کی ایک شرط :

نکاح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ کم از کم دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے جو سب مسلمان ہوں اور بالغ ہوں اور وہ لوگ اپنے کانوں سے نکاح ہوتے اور ایجاب وقبول کے دونوں لفظ کہتے سنیں تب نکاح ہوگا۔ اگر تنہائی میں ایک نے کہا میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر فقط ایک آدمی کے سامنے نکاح کیا تب بھی نہیں ہوا۔

اگر مرد کوئی نہ ہو صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں تب بھی نکاح درست نہیں ہے چاہے دس بارہ کیوں نہ ہوں۔ دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد ضرور ہونا چاہیے۔

مسئلہ : بہتر یہ ہے کہ بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے جیسے نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں یا اور کہیں تاکہ نکاح کی خوب شہرت ہو جائے اور چھپ چھپا کے نکاح نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی ایسی ضرورت ہو گئی کہ بہت سے آدمی جمع نہ ہو سکیں تو خیر، کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ضرور موجود ہوں جو اپنے کانوں سے نکاح ہوتے سنیں۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اپنا چندہ ارسال فرمادیں۔ (ادارہ)

نبوی لیل و نہار

﴿ حضرت مولانا سعد حسن صاحب ٹونکی ؒ ﴾

✿✿✿

آنحضرت ﷺ کی عاداتِ محمودہ عیادت میں :

☆ آنحضرت ﷺ عیادت کیلئے تشریف لے جاتے تو بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے اُس سے کھانے کیلئے پوچھتے اگر وہ کچھ مانگتا تو اُس کے لیے وہ چیز منگواتے اور فرماتے کہ مریض جو مانگے وہ اُس کو دو۔

☆ بیمار کے پاس بیٹھتے تو اُس کو تسلی دیتے، اُس کی صحت کے لئے دُعا فرماتے اور فرماتے لَابَأْسَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ طَهُوْرٌ یعنی کوئی پرواہ کی بات نہیں اللہ نے چاہا تو خیرت ہے۔

☆ آپ ﷺ مریض کی پیشانی یا دُکھی ہوئی جگہ پر ہاتھ رکھ کر فرماتے :

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِىْ لَاشِفَآءَ اِلَّا شِفَآئُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سُقْمًا .

☆ مریض کے سرہانے بیٹھتے اور پوچھتے كَيْفَ تَجِدُكَ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟

آپ ﷺ کی عادتِ خاص موسم کے نئے میوے کے بارے میں :

☆ جب آپ ﷺ کی خدمت میں موسم کا نیا میوہ پیش ہوتا تو آپ ﷺ اُس کو آنکھوں اور ہونٹوں پر رکھتے اور یہ الفاظ دُعا کے اِرشاد فرماتے : اَللّٰهُمَّ كَمَا اَرَيْتَنَا اَوَّلَهٗ اَرِنَا آخِرَهٗ اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں جو سب سے کم عمر بچہ ہوتا اُس کو عنایت فرماتے۔

وفیات

جامعہ خیر المدارس ملتان کے رئیس المفتی حضرت مولانا عبدالستار صاحب گزشتہ ماہ مختصر علالت کے بعد انتقال فرماگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. مولانا کی زندگی درس وتدریس کے لیے وقف تھی۔ مولانا کی طویل دینی خدمات انشاء اللہ آخرت میں اُن کے لیے بہت بڑا سرمایہ ثابت ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی خدمات کو قبول فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور جامعہ کے لیے اُن کا نعم البدل عطاء فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید کے بہی خواہ محترم ریحان علی صاحب کے تایا زاد بھائی جناب ڈاکٹر سہیل اختر صاحب جو کہ ڈپٹی اٹارنی جنرل تھے، گزشتہ ماہ پی آئی اے کے طیارہ کو پیش آنے والے حادثہ میں جاں بحق ہوگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور اِس حادثہ میں دیگر جاں بحق ہونے والے حضرات کی بھی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطاء فرمائے، آمین۔

گزشتہ ماہ جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس مولانا صابر صاحب کے ماموں، اور تاخیر سے موصولہ اطلاع کے مطابق وال سال انگلینڈ کے محترم نور داد صاحب اور کوٹ عبدالمالک کے مولانا صابر صاحب کے بیٹے مولانا عبدالرحمٰن صاحب انتقال فرماگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطاء فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

نام کتاب : سوانح شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی
صفحات : ۲۷۲
سائز : ۲۳×۳۶/۱۶
ناشر : القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ نوشہرہ
قیمت : ۱۲۰/=

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر بہت کچھ لکھا گیا ہے لکھا جارہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔مولانا عبدالقیوم حقانی زید مجدھم نے اپنی اِس تصنیف کو سترہ ابواب میں تقسیم کر کے حضرت شیخ الاسلامؒ کی جامع و ہمہ گیر شخصیت کی زندگی کے مختلف گوشوں کو اُجاگر کیا ہے۔اس کتاب میں جہاں سلسلۂ مدنی کے وابستگان کے لیے راحت کا سامان ہے وہیں تاریخ کے طالب علم کے لیے بھی قابل قدر مواد ہے۔

نام کتاب : جو ختم نبوت پہ فدا تھے
تصنیف : محمد طاہر عبدالرزاق
صفحات : ۲۰۸
سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان

قیمت : ۹۰/=

زیرتبصرہ کتاب ''جوختم نبوت پہ فدا تھے'' جناب طاہر عبدالرزاق کی تازہ ترین تصنیف ہے۔اس میں آپ نے بلااختلاف مسلک ومشرب اُن اکابرواصاغر کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے اپنی زبان وقلم یا قلب وجگر سے ختمِ نبوت کی خدمت اور مرزائے قادیان کے مشن کی بیخ کنی کی تھی۔ انداز بیان دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ دِلکش بھی ہے۔

نام کتاب : ایضاحِ سنت

تصنیف : مولانا عبدالقدوس قارن

صفحات : ۱۲۰

ناشر : عمر اکادمی، نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ

قیمت : ۴۵/=

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم نے رَدِّ بدعت سے متعلق ایک بےنظیر کتاب ''راہِ سنت'' کے نام سے تحریر فرمائی تھی جس میں آپ نے شروع میں بدعت سے متعلق اُصولی بحث فرما کر فرداً فرداً بدعات کی تردید فرمائی تھی۔ آپ کی یہ کتاب اہل حق کے حلقے میں بہت مقبول ہے اور اِس کتاب کی بدولت بہت سے گم کردہ راہوں کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ یہ کتاب جس قدر اہل حق کی خوشی اور تسکین کا سبب ہوئی اُتنی ہی اہل بدعت کی ناخوشی اور بےچینی کا سبب بنی۔ حال ہی میں اہل بدعت کی طرف سے اِس کا جواب ''مصباحِ سنت'' (جلداول) کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ زیرتبصرہ کتاب ''ایضاحِ سنت'' اِسی جواب کا جوابُ الجواب ہے جو امام اہل سنت کے خلف الرشید مولانا عبدالقدوس قارن زیدمجدہم نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ جواب پڑھنے کے قابل ہے۔ اہل علم حضرات کے لیے خصوصاً اور بدعت واہل بدعت سے نبردآزما عوام کے لیے عموماً اِس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

عالمی خبریں

اسرائیل سے تعلق : عرب لیگ نے نیسلے کی مصنوعات کا بائیکاٹ کردیا

دمشق (اے ایف پی) عرب لیگ نے اسرائیل سے تعلق کی بناء پر بین الاقوامی کمپنی نیسلے کی مصنوعات کا بائیکاٹ کردیا ہے۔ ترجمان کے مطابق نیسلے کمپنی کی ایک برانچ اسرائیل میں بھی ہے اور اِسے وہاں سے برانچ ختم کرنے کے لیے ایک سال کی مہلت دی گئی تھی۔ تاہم اِس نے ایسا نہیں کیا چنانچہ عرب لیگ نے اِس کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت ۵؍جولائی ۲۰۰۶ء)

کٹاس مندر کی تعمیر سے امن کی فضا بہتر ہوگی

بھارت بھی پاکستان کی طرح مذہبی مقامات کی حفاظت کو یقینی بنائے۔ شجاعت، پرویز الٰہی

چکوال (نمائندہ نوائے وقت) پاکستان مسلم لیگ کے صدر چودھری شجاعت اور پرویز الٰہی نے کہا ہے کہ جس طریقے سے حکومت پاکستان میں ہندوؤں کے مقدس مقامات کی حفاظت اور دیکھ بھال کررہی ہے ہمیں توقع ہے کہ اِسی طرح بھارت میں مساجد اور مسلمانوں کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے گا۔ ہندوؤں کے تاریخی کٹاس مندر کی تزئین و آرائش کا کام پانچ سال میں مکمل کرلیا جائے گا۔ چکول میں مندر کٹاس کی تزئین و آرائش کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے چودھری شجاعت نے کہا کہ لوگ کہیں گے کہ مسلم لیگ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اس کام میں پڑگئی ہے۔ مسلم لیگ نے بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے اور دونوں ممالک کے عوام کو قریب لانے کے لیے یہ اقدام کیا ہے۔ اس مندر کی تعمیر سے دونوں ممالک میں امن کی فضا آگے بڑھے گی اور عوام کے درمیان رابطوں کو فروغ حاصل ہوگا۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ بابری مسجد جیسا کوئی سانحہ بھارت میں دوبارہ رُونما نہیں ہوگا۔

مشاہد حسین نے کہا کہ ہم بین المذاہب ہم اہنگی کو فروغ دینگے۔ وفاقی وزیر اعجاز الحق نے کہا کہ پاکستان میں اقلیتوں کو مکمل حقوق حاصل ہیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے اپنے خطاب میں کہا کہ جب چکوال میں سیمنٹ فیکٹریاں لگائی تھیں تو اُس کی مخالفت ہوئی تھی، اس علاقے میں ایک بلین ڈالر کی سرمایہ کاری ہوئی ہے

جس سے چالیس ہزار افراد کو روزگار ملا ہے۔ بارانی علاقوں میں چھوٹے ڈیم تعمیر کیے جائیں۔ کٹاس مندر کی تزئین آرائش سے سیاحت کو فروغ ملے گا اور اصل حالت میں اس کو بحال کیا جائے گا۔ اس فیصلے سے بھارت اور پاکستان کے تعلقات بہتر ہو نگے۔

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ اس علاقے میں سیاحت کو فروغ دینے کے لیے فورسٹار ہوٹل بھی تعمیر کیے جائیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم پاکستان کے امیج کو خراب کرنے والے منفی پروپیگنڈے کو زائل کریں گے۔ اس موقع پر بھارتی ہائی کمشنر شیو شنکر مینن نے کہا کہ کٹاس راج کی بحالی کے اقدامات سے بھارتی عوام بہت خوش ہو نگے۔ ہم اس سلسلے میں تکنیکی سہولتیں فراہم کریں گے۔ (روزنامہ نوائے وقت یکم جولائی ۲۰۰۵ء)

بابری مسجد کی جگہ مندر کی بلٹ پروف عمارت تعمیر کرنے کا بھارتی منصوبہ

نئی دہلی (آن لائن) بھارتی حکومت بابری مسجد کی جگہ مندر کی تعمیر کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ بھارتی خبر رساں اداروں کے مطابق بھارتی حکومت سپریم کورٹ سے مندر کو مکمل ایئر کنڈیشنڈ اور راکٹ حملوں سے بچاؤ کے لیے ڈبل سٹیل دیوار کے ساتھ بلٹ پروف عمارت کی تعمیر کی اجازت لینا چاہتی ہے۔ حکومت کے ایک اندازے کے مطابق اس کی عارضی تعمیر پر 722 ملین روپے لاگت آئے گی۔ (روزنامہ نوائے وقت ۵؍جولائی ۲۰۰۶ء)

جاپانی بے ضمیر قوم

جاپانی وزیر اعظم نے بش کے لیے پریسلے کا گانا سنایا

واشنگٹن (اے ایف پی) امریکہ کے دورے کے اختتام پر جاپانی وزیر اعظم جونیچرو کوئزومی نے وائٹ ہاؤس میں تقریب کے دوران جام اُٹھاتے ہوئے صدر بش کے لیے کہا ''آئی وانٹ یو، آئی لو یو'۔ واضح رہے کہ یہ الفاظ مشہور امریکی گلوکار ایلوس پریسلے کے گانے کے ہیں جنہیں جاپانی وزیر اعظم بہت پسند کرتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ اپنے دورے میں خصوصی طور پر آنجہانی گلوکار کے گھر اور قبر پر جانا چاہیں

گے۔اس موقع پر صدر بش نے کہا کہ ایلوس پر یسلے کو 25 سال قبل وائٹ ہاؤس میں مدعو کیا گیا تھا اور ان کے بال بھی آپ (جاپانی وزیر اعظم) کی طرح لمبے تھے اور وہ آپ ہی کی طرح عوامی مقامات پر گانا پسند کرتے تھے۔اُنہوں نے کہا کہ ہم آپ کی خواہش کے احترام میں ایلوس پر یسلے کی آخری آرام گاہ جائیں گے۔(روزنامہ نوائے وقت یکم جولائی ٢٠٠٥ء)

این جی اوز نے قصاص و دیت اور قانونِ شہادت کے خاتمہ کا بھی مطالبہ کر دیا

اسلام آباد (این این آئی) انسانی حقوق خصوصاً خواتین کی علمبردار این جی اوز نے حدود آرڈیننس کے بعد قصاص و دیت اور قانون شہادت کو بھی ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔یہ مطالبہ این جی اوز کے زیرِ اہتمام سیمینار میں جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیے میں کہا گیا۔اس میں کہا گیا کہ انسانی حقوق کی تنظیمیں اور خواتین حقوق کے کارکن گزشتہ 27 سال سے اِن قوانین کی مخالفت کررہے ہیں کیونکہ یہ قوانین امتیازی ہیں جو اسلام کے نام پر فوجی ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق نے نافذ کیے تا کہ وہ اپنی غیر قانونی حکمرانی کو دوام دے سکے۔مشترکہ اعلامیے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ قصاص و دیت قانون کے تحت مجرموں اور قاتلوں کو سزا سے بچنے کے لیے رقم ادا کر کے فرار کی صورت میں فراہم کی گئی ہے، اس طرح وہ معافی کے لیے متاثرہ خاندانوں پر دباؤ ڈالتے ہیں۔عزت کے نام پر قتل کی صورت میں دیت کی ادائیگی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں کو بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ مجرم کو معاف کر سکتے ہیں۔پارلیمنٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حدود قوانین، قصاص و دیت قانون اور قانون شہادت میں پائی جانے والی خامیاں دُور کرے۔(روزنامہ نوائے وقت ١٣ ر جولائی ٢٠٠٦ء)

اخبار الجامعہ

﴿ خالد عثمان کرک، متعلم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

جامعہ مدنیہ جدید کے تعلیمی احوال :

اس سال بِعَوْنِ اللّٰہِ جامعہ مدنیہ جدید میں دورۂ حدیث شروع ہوا۔ اب تک بخاری شریف، طحاوی شریف، مؤطا امام محمدؒ، مؤطا امام مالکؒ، ابن ماجہ، نسائی شریف، مسلم شریف و ترمذی جلد ثانی مکمل ہو چکی ہیں۔ بقیہ کتب بھی جلد از جلد تکمیل کی طرف رَواں دَواں ہیں، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ .

مسجد حامدؒ میں نمازِ جمعہ کا آغاز :

یکم رجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۸ر جولائی ۲۰۰۶ء سے جامعہ مدنیہ جدید کی مسجد حامدؒ میں فتویٰ کی بنیاد پر نمازِ جمعہ کا آغاز ہو گیا ہے، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ . اُستاذ الحدیث حضرت مولانا امان اللہ خان صاحب نے اذانِ اول کہی۔ ناظمِ تعلیمات حضرت مولانا خالد محمود صاحب نے بیان فرمایا، خطبۂ مسنونہ پڑھا اور اِمامت کرائی۔ تقریر کا مکمل متن آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

رُودادِ سفر لاہور تا کندیاں :

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک بار پھر اپنے شیخ پیر و مرشد حضرت اقدس مولانا سید محمود میاں صاحب دامت برکاتہم العالی کے ساتھ سفر کی سعادت نصیب ہوئی اور اِس مرتبہ بھی تھوڑی بہت خدمت کا موقع ملا۔ ۲۴ر جولائی بروز پیر شام پونے پانچ بجے لاہور سے روانگی ہوئی اور عصر کی نماز راستے میں ادا کرنے کے بعد مغرب کی نماز چک نمبر 87 جنوبی سرگودھا حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب کے مدرسہ میں پڑھی۔ مولانا الیاس گھمن صاحب کے سفر پر جانے کی وجہ سے اُن کی عدم موجودگی میں اُن کے بھائی مولانا حبیب صاحب اور دیگر اساتذہ سے ملاقات ہوئی اور مولانا حبیب صاحب نے حضرت اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو مدرسہ کی خدمات اور اُن کے بارے میں تفصیلات بتائی اور خصوصی دُعاؤں کی درخواست کی۔

مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد ہم 8:30 بجے 24 بلاک سرگودھا میں مولانا عدنان صاحب (سابق

متعلم جامعہ مدنیہ جدید) کے گھر پہنچے۔ رات کا کھانا مولانا عدنان صاحب کے گھر تناول فرمایا اور رات کے 12:00 بجے تک علماء طلباء اور دوسرے لوگ حضرت سے ملاقات کے لیے آتے رہے۔ ہم نے فجر کی نماز جامع مسجد مکی میں پڑھی اور بعد از نماز فجر حضرت صاحب کا درس ہوا جس میں حضرت صاحب نے ذکر اللہ پر خصوصی توجہ دلائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے استحضار کے ساتھ حضور ﷺ کی کامل اتباع پر چل کر ہی ہم دُنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ دُنیا و آخرت کی کامیابی کی کسوٹی اللہ تعالیٰ کے احکامات اور حضور ﷺ کے نورانی طریقوں میں ہے۔ اگلے دن صبح الحاج راؤ لئیق صاحب کے گھر گئے۔ بڑی مہمانوازی کرتے ہوئے سب حاضرین کو آبِ زم زم بھی پلایا۔ بعد ازاں راؤ لئیق صاحب کے گھر سے دارالعلوم سرگودھا مفتی شفقت علی صاحب کے مدرسہ میں گئے اور وہاں ناشتہ کرنے کے بعد حضرت اقدس مولانا سید محمود میاں صاحب نے مدرسہ کے طلباء کو جامع بیان فرمایا اور فرمایا کہ طلباء کرام کتاب کے مطالعہ کو لازم پکڑیں اور ساتھ اتباعِ سنت کو بھی۔ اگر صرف کتاب کا مطالعہ ہو اور ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو لیکن اتباع سنت نہ ہو تو ایسے علم کا کوئی فائدہ نہیں، نہ برکت ہوگی نہ اللہ کا قرب نصیب ہوگا اور ساتھ ساتھ اس بات پر زور دیا کہ جس طرح آپ طلباء علوم ظاہری حاصل کر رہے ہیں اِسی طرح تزکیہ باطن بھی انتہائی ضروری ہے۔

یہاں سے فارغ ہو کر ساڑھے دس بجے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تیمارداری اور ۱۴؍اگست کو جامعہ مدنیہ جدید میں ختم بخاری شریف کی تقریب کی دعوت دینے کی غرض سے کندیاں روانہ ہوئے اور ظہر کی نماز کے بعد خانقاہِ سراجیہ میں شیخ المشائخ سلطان الاولیاء خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت فیوضہم کے پاس پہنچے، ملاقات ہوئی۔ حضرت اقدس مولانا سید محمود میاں صاحب نے حضرت کی تیمارداری کی اور جامعہ مدنیہ جدید کے دورۂ حدیث کے ختم بخاری کی تقریب میں شرکت کی دعوت بھی دی اور ساتھ ساتھ اپنے لیے اور جامعہ اور خانقاہ حامدیہؒ کی بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کے لیے دُعاؤں کی درخواست کی۔ اِس کے بعد حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہم کے فرزند خلیل احمد صاحب نے حضور ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت کروائی۔

بعد ازاں ہم کندیاں سے خوشاب جامعہ مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مولانا سعید صاحب کے یہاں گئے اور رات کا کھانا اور قیام جامعہ میں ہی ہوا۔ عشاء کی نماز کے بعد حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے

کثیر تعداد میں طلباء اور عوام کو بڑا پر اثر بیان فرمایا۔ حضرت ابوذرؓ کی روایت کردہ حدیث اِرشاد فرمائی کہ تین آدمی ایسے ہیں جن پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سخت غصّے ہونگے اور اُن سے کلام تک نہیں کریں گے۔ ایک وہ شخص ہے جو اپنے لباس سے ٹخنوں کو چھپائے، دوسرے وہ شخص جو احسان جتلائے اور تیسرے وہ شخص جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سودا بیچتا ہو۔ آگے فرمایا کہ آج مسلمان کو اپنی اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر یہ نقصان اُٹھانا پڑا کہ یہ مسلمان کلمہ گو ہونے کے باوجود بد دیانت ہے، معاملات میں درست نہیں ہے اس لیے دُنیا میں رُسوا ہے۔ رات خوشاب میں گزاری۔ فجر کی نماز کے کچھ دیر بعد ناشتہ کر کے تقریباً ساڑھے نو بجے لاہور روانہ ہو گئے اور ٢٦/ جولائی کو ظہر کے وقت بخیریت لاہور پہنچے۔

بحمد اللہ یہ سفر بڑا مبارک رہا۔ حضرت صاحب کی شفقت اور محبت سے پورا سفر آسانی سے ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے شیخ کی خدمت کی سعادت ہمیشہ نصیب فرما کر ہماری اصلاح فرمائے اور کامل اتباع سنت پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بارگاہِ الٰہی میں قبول فرما کر مرتے دم تک دینِ عالیشان کی خدمت کے لیے قبول فرمائے، آمین۔